خان صاحب

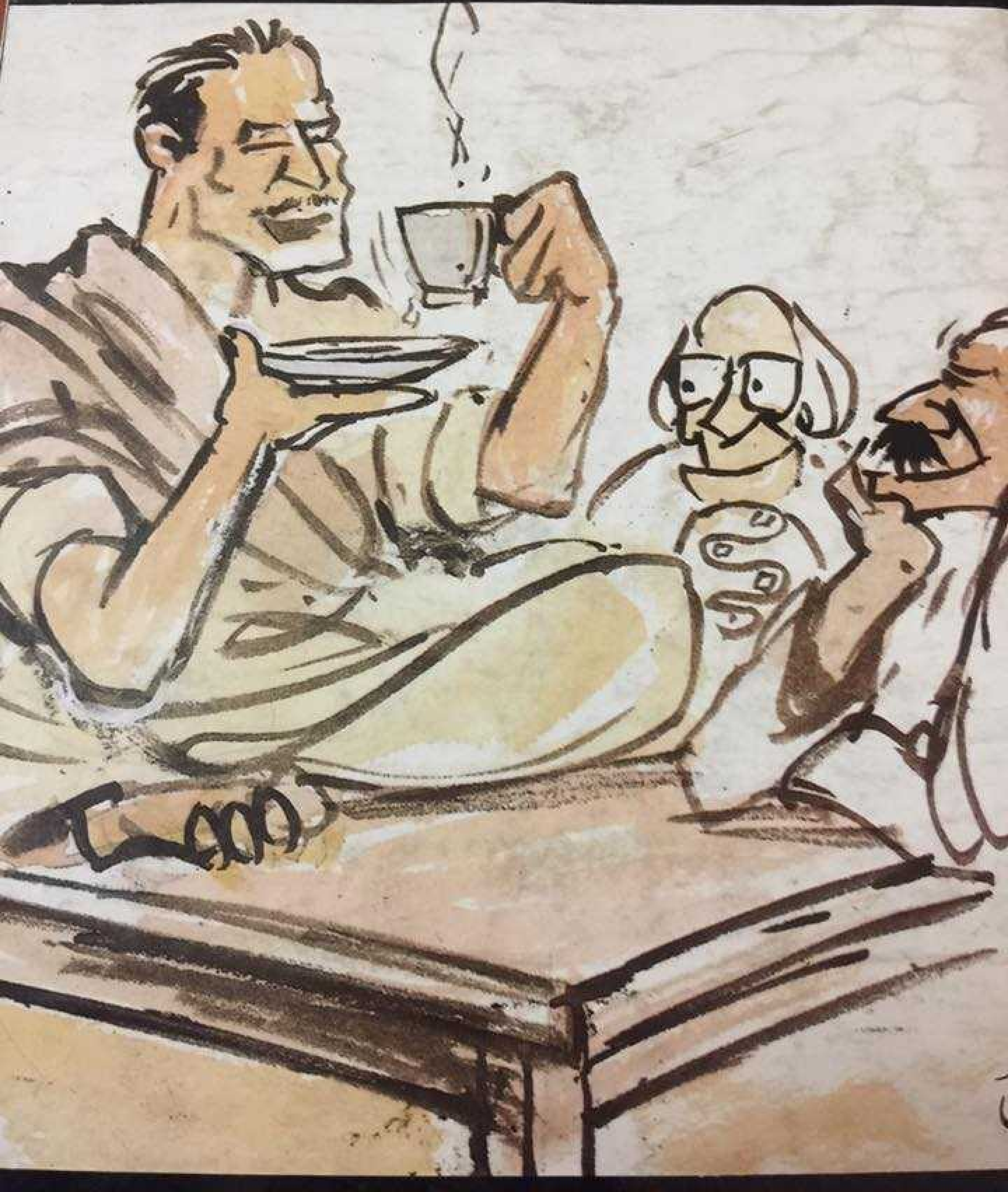

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

اس کتاب کا کوئی حصہ یا پیراگراف ناشر یا مصنف کی اجازت کے بغیر نقل یا ٹیپ کرنے کی اجازت نہیں۔ ماسوائے تبصرہ یا حوالے کے۔ جس کے ساتھ ناشر یا کتاب کا نام اور صفحہ نمبر تحریر کرنا ضروری ہے۔

اشاعت اول : 1994
قیمت : 100/= روپے
سرورق اور تصویری خاکے : **ظہور**
تعداد : 1000
کمپوزنگ : **احمد گرافکس**
15- رابرٹس روڈ‘ لاہور- فون: 320521
ناشر : **رحمت شاہ آفریدی**
فرنٹیئر پوسٹ پبلیکیشنز
10- شاہراہ فاطمہ جناح‘ لاہور
فون: 6361382-85‘6360551
پرنٹر : **میدان پرنٹرز**
10- شاہراہ فاطمہ جناح‘ لاہور

Ghani Khan the

Author and the poeter.

Thanks

پیش لفظ

غنی خان بلاشبہ ہمارے عظیم شاعروں میں سے ایک ہیں۔ بنیادی طور پر ان کی وجہ شہرت شاعری ہی ہے، مگر ان کی ادبی زندگی کا ایک دوسرا پہلو ان کا نثر نگار ہونا بھی ہے۔ غنی خان کی ذات ایک ایسا چھپا ہوا خزانہ ہے جسے کسی نے کبھی ڈھونڈنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ہم مستقبل میں، اس خزانے کا بہت بڑا حصہ، انشاء اللہ اپنے پڑھنے والوں کو دیں گے۔

غنی خان کا صحافت سے بھی تعلق رہا ہے۔ ہفت روزہ 'پختون' میں 'گڈے وڈے' کے عنوان سے شائع ہونے والا ان کا کالم، بہت سے لوگوں کو اب بھی یاد ہے۔ یہ کالم بہت عرصہ تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔

حال ہی میں ہم نے غنی خان کی ایک اعلیٰ انگریزی تصنیف 'پٹھان' (The Pathans) کا اردو ترجمہ کتابی صورت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اب اس کتاب کا سندھی ترجمہ اشاعت کے مرحلے میں ہے۔ 'پٹھان' کے انگریزی اور اردو ایڈیشنوں کو غیر معمولی مقبولیت ملی ہے جو غنی خان کے جوہر کامل کا واضح ثبوت ہے۔

زیر نظر کتاب غنی خان کی مزاح نگاری کا ایک شاہکار ہے۔ ان کی حس مزاح کا رنگ، ان کی شاعری میں بھی نمایاں ہے۔ 'پٹھان' میں غنی خان نے مزاح کے نئے پہلو آشکار کئے تھے لیکن 'خان صاحب' مزاح نگاری کا ایک ایسا نمونہ ہے جسے قاری برسوں فراموش نہیں کر سکے گا اور جسے صرف غنی خان ہی لکھ سکتے تھے۔

غنی خان ہمارا ایک عظیم قومی سرمایہ ہیں۔ جب مجھ سے 'خان صاحب' کا پیش لفظ لکھنے

کے لئے کہا گیا تو مجھے دلی مسرت ہوئی لیکن میرا قلم آج بھی ان کی لازوال شخصیت کے بارے میں وہ کچھ لکھنے سے قاصر ہے جس کے غنی خان مستحق ہیں۔ جب میں ان کے پرستاروں میں شامل ہوا تو میری یہ حسرت تھی کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ ان کے ساتھ میرا بھی نام آئے۔ میری خواہش تھی کہ کسی بہت بڑے اجتماع میں، جہاں غنی خان بھی موجود ہوں، میں ان سے اپنی محبت کا اظہار کچھ اس انداز میں کر سکوں کہ وہاں پر موجود تمام لوگ بھی میری آواز میں شامل ہو جائیں۔ میری یہ بھی خواہش ہے کہ میں ان کی زندگی پر ایک کتاب لکھوں اور اس میں ان کی شخصیت کے بعض ایسے گوشوں کو سامنے لاؤں جن سے لوگ آج بھی بے خبر ہیں۔ انشاء اللہ، میں یہ کتاب ضرور لکھوں گا۔

سردست، میرے لئے یہ بھی ایک بہت بڑی سعادت ہے کہ مجھے غنی خان جیسے عظیم انسان کی کتاب کا پیش لفظ لکھنے کے لئے کہا گیا ہے لیکن مجھے افسوس رہے گا کہ میں وہ کچھ نہیں لکھ پایا، جو میں لکھنا چاہتا تھا کیونکہ کوشش کے باوجود، مجھے وہ الفاظ نہیں مل سکے جو میرے دل کی حقیقی ترجمانی کر سکیں۔

جب بھی آتا ہے مرا نام، ترے نام کے ساتھ
جانے کیوں لوگ، مرے نام سے جل جاتے ہیں

مظفر شاہ آفریدی

جان پہچان

شاکر اور میں صرف دو ہی رہ گئے تھے اور کچھ پریشان سے تھے‘ تقریباً دو سال سے ہم آٹھ دس دوست اس ٹی ہاؤس میں ایک دوسرے سے ملتے تھے‘ بڑے گرم اور زور دار مباحثے چلتے تھے۔ شاکر دہلوی صاحب بڑے مہذب انداز میں اس کلب کی صدارت کے فرائض ادا کرتے تھے‘ وہ قد کے چھوٹے‘ نازک دبلے پتلے‘ شاعروں کی سی طبیعت‘ مزاج نوابوں کا لاہور کے ایک کالج میں اردو کے پروفیسر تھے‘ کبھی کبھی جب بیئر کا ایک گلاس لیتے تو شعر بھی کہتے۔ میں ایک شکست خوردہ آرٹسٹ ہوں‘ مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی کہ مجھ میں ایشیا کی روح ہے اور اس کے جذبوں کے بعض رنگوں کو میں اپنے ہنر کے دام میں پکڑ سکوں گا‘ میں کچھ کچھ رستہ دیکھنے لگ گیا تھا کہ مجھ میں اور بھوک اور پیاس کی مفلسی میں جو جنگ جاری رہی اس میں میں ہار گیا۔

ایک روز جب میں ایک تصویر پر کام کر رہا تھا جس نے مجھے ہفتوں سے پریشان کر رکھا تھا۔ بعض تصویریں بہت ضدی ہوتی ہیں۔ مجھے بہت غصہ آیا تو میں نے سارے برش اور رنگ اور جو کچھ پاس تھا ایک ایک کر کے سارے کینوس کے بے وقوف منہ پر دے مارے‘ تھوڑی دیر کے بعد جب دماغ ٹھیک ہو گیا تو میں نے برش جمع کئے اور اپنی اپنی جگہ پر رکھ دیئے اور مرجھایا ہوا بیٹھ گیا‘ اتنے میں ہماری اکاڈمی کے ڈائریکٹر

ایک انگریز اور ایک بنگالی کو ساتھ لے کر آئے، تعارف ہوا۔

"یہ ہے میرا نیا کام" اور میں نے اپنا بے حرمت اور زخمی کینوس ان کے سامنے رکھ دیا۔

امریکی نے چشمے صاف کیے۔

"واہ، واہ، کیا شاہکار ہے، ایشیائی روح کی کیا لطیف جھلک ہے یہ تو تجریدیت کی بہترین مثال ہے۔"

بنگالی نے عینک صاف کی۔

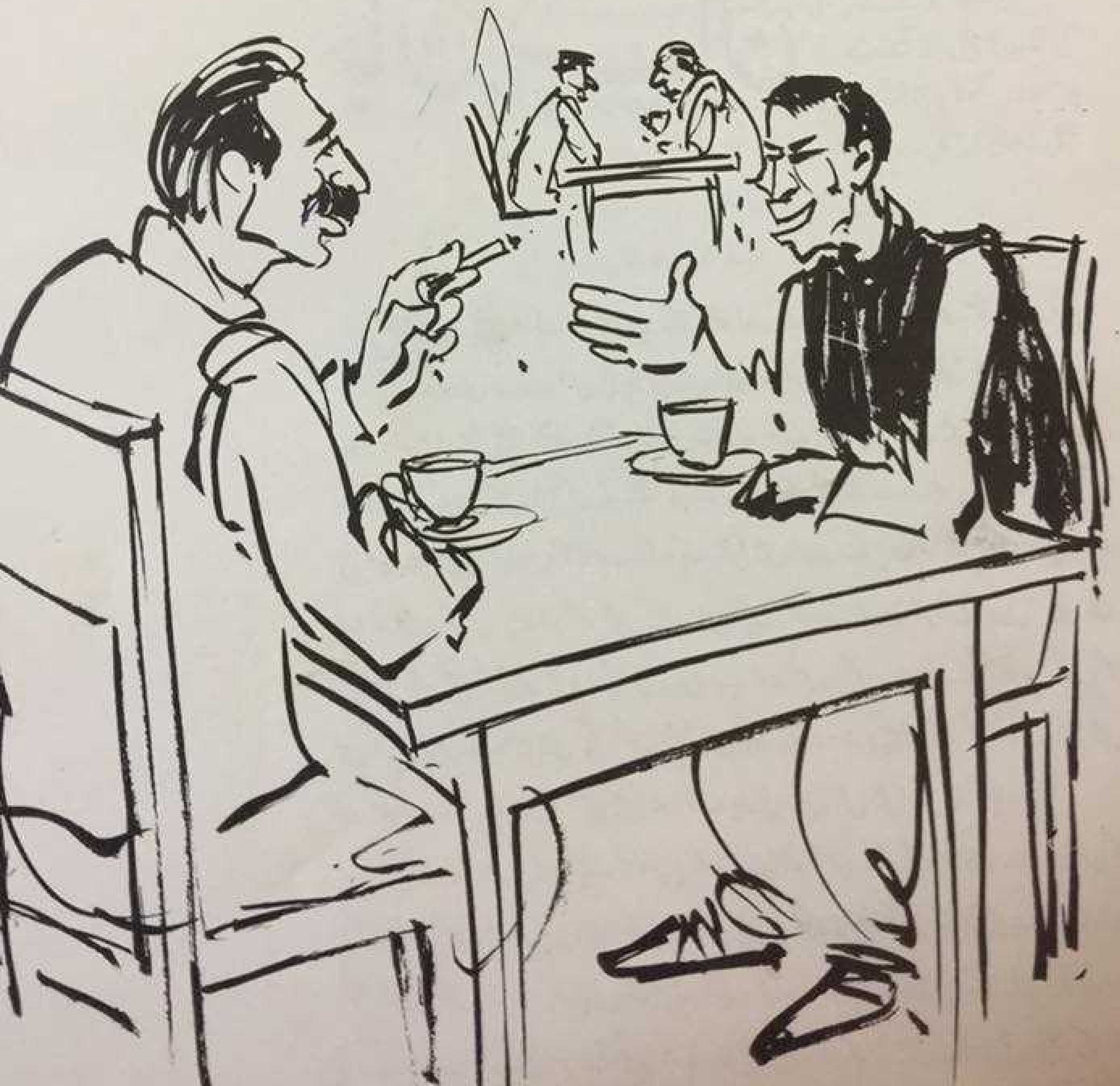

"نہیں مشائے" اس نے کہا "یہ بالکل ٹھیک امپریشنزم ہے۔ اسے پہلے ہم لوگوں نے ایجاد کیا تھا۔ رابندر ناتھ ٹیگور اور نذرالاسلام نے مل کر اس پر کتاب بھی لکھی ہے۔"

"ربش۔" امریکی نے کہا اور لال سرخ ہو گیا، بنگالی بھی غصے سے مزید کالا ہو گیا۔ "تم ولایتی لوگ، ایشیا کی روح کیا سمجھو گے۔"

بنگالی نے اخبار میں مضمون لکھا اور بیس کتابوں کے حوالہ سے ثابت کر دیا کہ میرا شاہکار امپریشنزم کا عمدہ نمونہ ہے۔ امریکن نے بھی مضمون لکھا کہ میری تصویر ایشیا کی جاگتی ہوئی روح کی تازہ ترین، رنگین اور بکھری بکھری صدا ہے، اس نے میرے کینوس کو چھ ہزار میں خریدا اور اس دن سے میں یہاں کا مایہ ناز جینئس ہو گیا۔ دو تین بنک مینجر بھی میرے دوست بن گئے۔

پیسے تو بہت کما لئے مگر رنگ مارتے مارتے مجھے ٹینس ایلبو ہو گئی ڈاکٹر نے کہا۔ "ٹینس کھیلنا بند کر دو"

اب میرا نیا پریڈ شروع ہو گیا میں بائیں ہاتھ سے رنگ پھینکتا ہوں، میں اس کلب کا سیکرٹری ہوں اور عموماً خاموش بیٹھا رہتا ہوں۔ شاکر صاحب کہتے ہیں کہ اس کے ممبر بڑھانے چاہئیں ۔ ہم دونوں خاموش طبیعت کے واقع ہوئے ہیں۔ آج میں نے ایک بڑا لمبا چوڑا شاہکار مرتب کیا تھا اور بائیں بازو میں بھی درد شروع ہو گیا تھا۔ اتنے میں کسی نے کہا "اوبائی! تم چاء پیے گا، دیکھو بڑا اچا چائے ہے ہم اس کو اپنا چائے دیتا ہے، ہوٹل والے کو"

سامنے ہاتھ میں دو چائے کے پیالے لئے ایک لمبا تڑنگا شکیل جوان کھڑا مسکرا رہا ہے اس کی آنکھیں ہری ہری، بڑی بڑی سیدھی اور خوشی سے معمور ہیں۔

"دیکھو، سونگھو"

ہم نے پیالے لئے، کیا چائے تھی، پہلی حیرانی کے بعد تو شاکر صاحب اس کے بوسے لینے لگ گئے۔

"چینی اور دودھ، اپنا طبیعت، خان کی شیرنی اور شیروانی بھی پہنچ گئی۔

"چائے اچا ہے؟" خان نے پوچھا۔

"واہ خان، کیا چائے ہے، پندرہ بیس سال میں آج چائے کا مزہ آیا" یہ سن کر خان صاحب اور خوش ہوئے۔

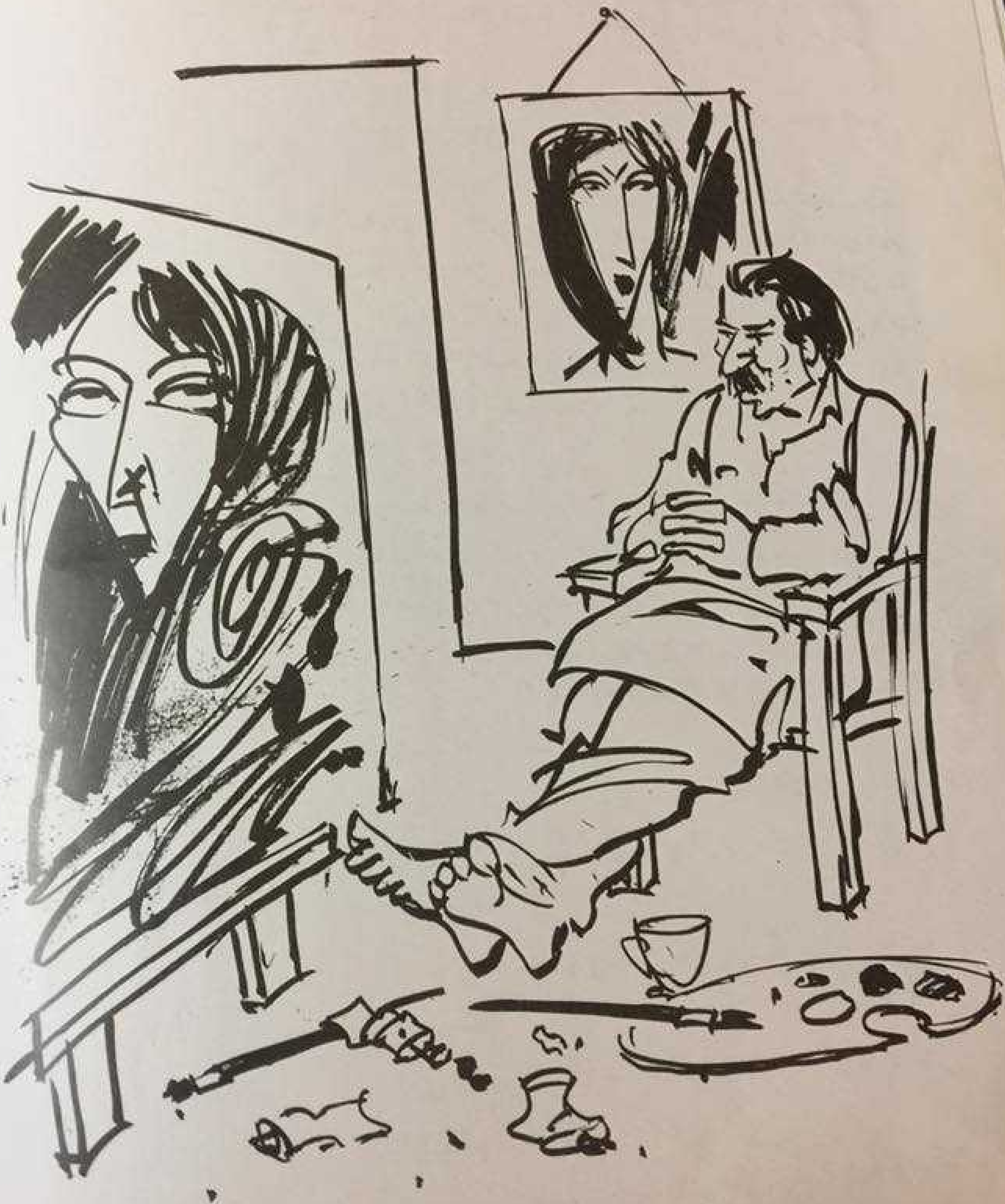

”کہیے، یہ آپ کہاں سے خریدتے ہیں، ارے بیٹھئے خان صاحب، بھائی، میرا نام شاکر ہے اور یہاں کالج میں پڑھاتا ہوں۔“

”ماشٹر ہے!“ خان نے اپنا بڑا بالکل جرمن سر ہلا دیا، ”بہت اچھا ہے، بہت اچھا ہے“

”اور یہ بھولا صاحب ہیں، آرٹسٹ ہیں“

خان میرے ہاتھوں کو غور سے دیکھنے لگا

”ارے نہیں بھائی“ شاکر صاحب ہنس پڑے

”یہ ہاتھ سے تصویر بناتا ہے، سب دنیا میں مشہور، بہت قابل“

خان نے کہا: ”ہنروالا آدمی کا قسمت ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ امارا بڑوں نے بولا ہے“

”ہاں۔“ شاکر صاحب چوبیس گھنٹے استاد بھی رہتے تھے۔ ”تو یہ جو ہنرمند لوگ ہوتے ہیں انہیں آرٹسٹ کہتے ہیں“

”یہ تم لوگ کا کیا زبان ہے“ خان صاحب چڑ گئے ”کل ام کو ایک آدمی بولتا تھا کہ جو ڈوکی مارتا ہے وہ آرٹسٹ ہے آج تم بولتا ہے کہ جو تصویر بناتا ہے وہ آرٹسٹ ہے، کل کوئی بولے گا کہ جو ایرا منڈی میں ناچتا ہے وہ بھی آرٹسٹ ہے، یا خدایا پاکہ یہ ادھر کا کیسا زبان ہے“۔

خان صاحب نے جیسے ہائی کورٹ میں اپیل کی، میں نے اسی وقت خان صاحب کو کلب کا ممبر منتخب کرلیا۔

شاکر صاحب چائے کا مزہ اڑا رہے تھے۔

”ارے بھائی! خان صاحب کا اسم گرامی؟“

”شیر خان میرا نام ہے، شیر خان، اور شفتالو بیچنے آتا ہے“

”ارے بھائی خان صاحب، ذرا یہ تو سمجھائیے کہ سب پٹھان خان کیسے ہوتے ہیں“

”نہیں نہیں، پٹھان میں کہیں ایک یا دو خان ہوتا ہے اور تو یہ سب جولاہا، مولاہا، لوہار موہار کدو کریلا، ادھر ادھر کا لوگ ہوتا ہے ایک لاکھ قبیلہ ہے تو دس ہزار پٹھان، ان میں بیس تیس بڑا بڑا خان کا خاندان، پھر اس میں کہیں ایک دو خان نکل آتا ہے۔ یہ ایسا آسان کام نہیں“

“اچھا” شاکر صاحب نے سوشل انتھروپالوجی شروع کر دی، “تو گویا یہ پٹھان تم لوگوں میں ایک الگ نسل ہے”

“نہیں، نسل ایک ہے” خان نے وضاحت کی “پٹھان زمین کا مالک ہے”

شاکر صاحب خوش ہو گئے “اچھا، اچھا، یعنی آپ کی قوموں میں پٹھانوں کے علاوہ اور کسی کی زمین نہیں”

“ہے، ہے، بہت ہے” خان نے کہا

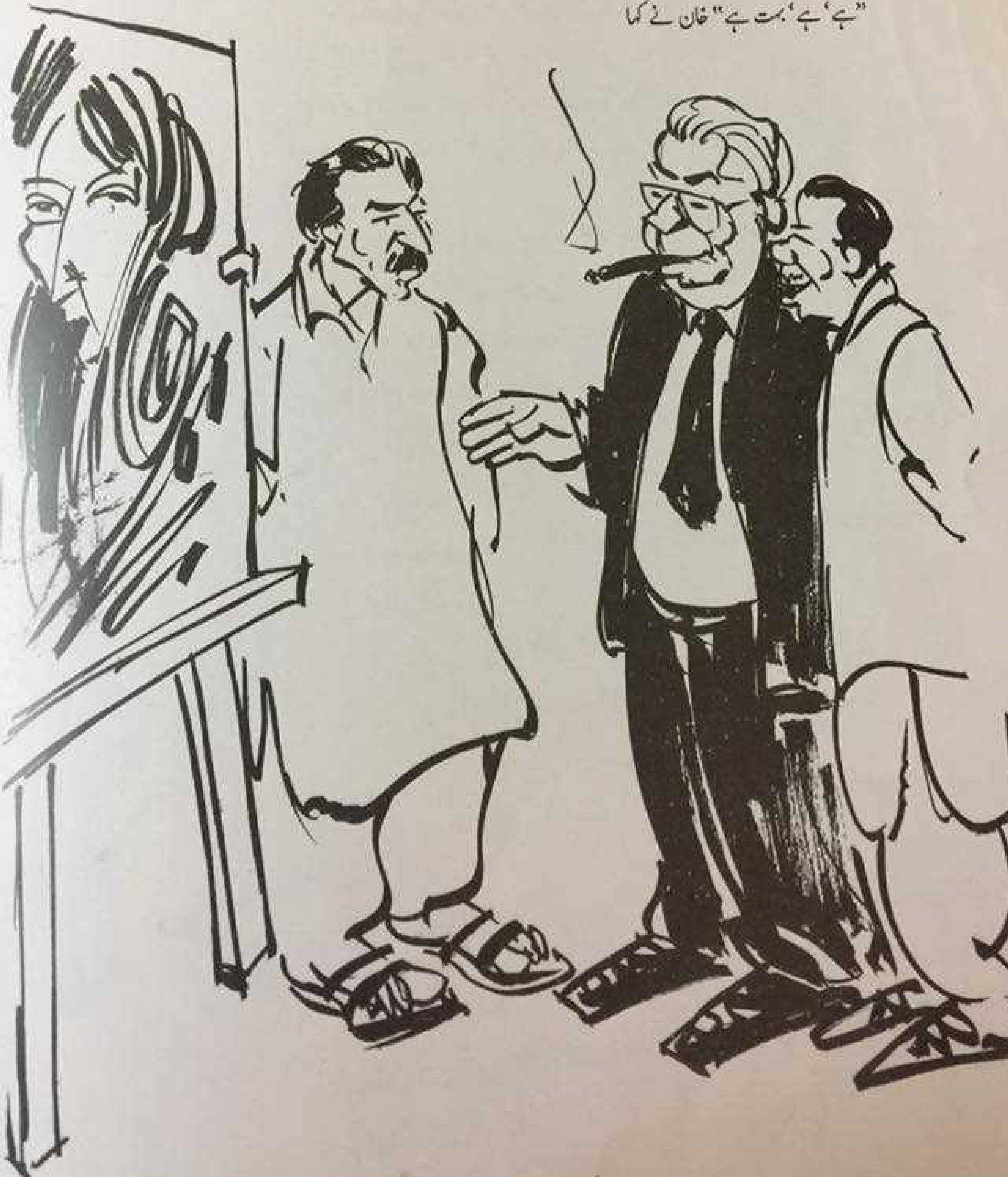

”یعنی آپ کا مطلب ہے کہ اور لوگوں کے پاس بھی زمین ہے مگر کوئی پٹھان ایسا نہیں جس کی زمین نہ ہو“

”بہت ہے، لاکھوں پٹھان کا مرلہ زمین نہیں، پٹھان کا زمین کا کیا بات ہے، زمین گیا تو خون بدل گیا“

شاکر صاحب ڈوبنے لگے

”دیکھو ام تم کو سمجھاتا ہے۔ سب پٹھان کا زمین ہے، تو جس کا زمین ہے وہ پٹھان

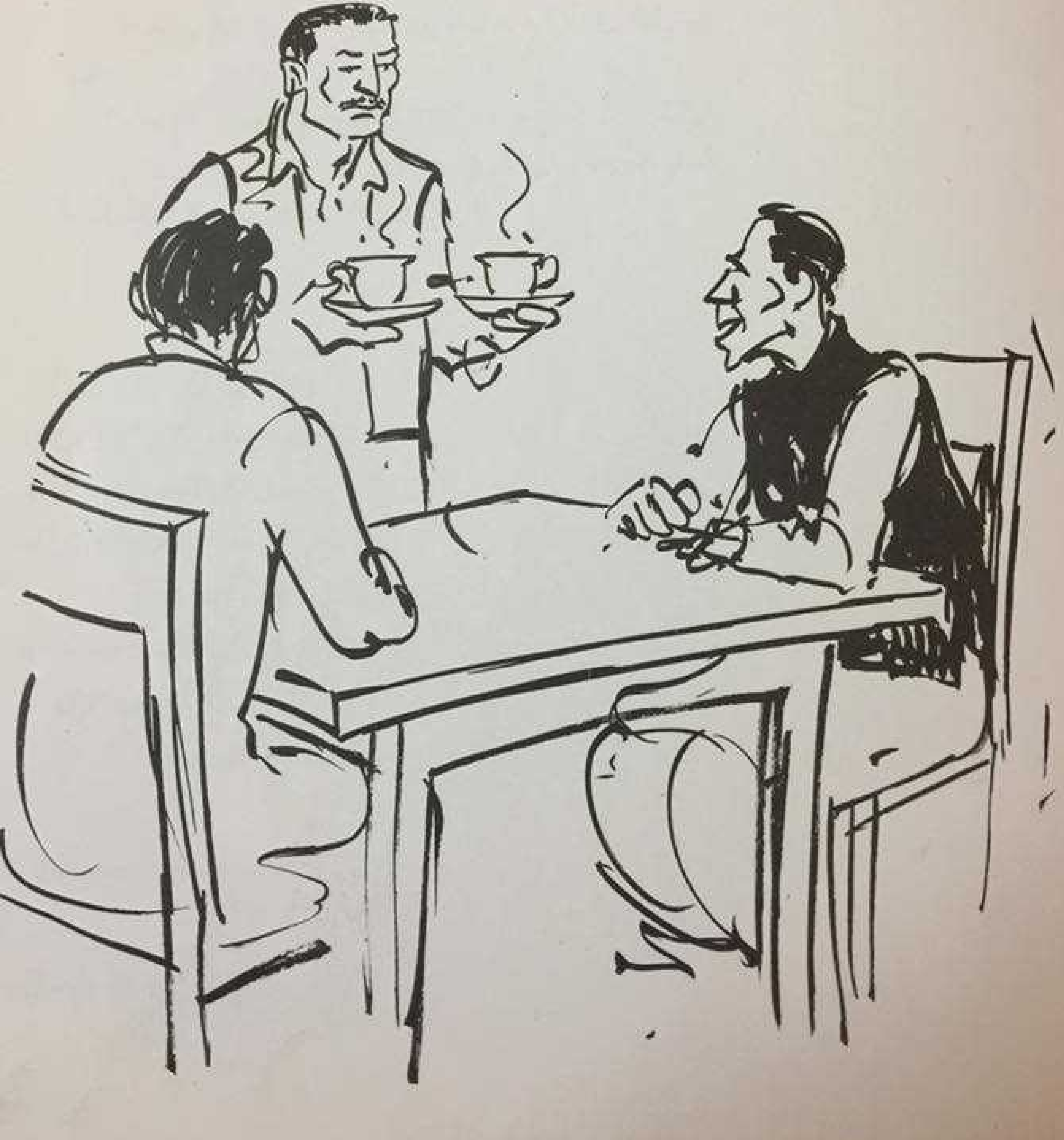

ہے، مگر اور لوگ کا بھی زمین ہے مگر وہ اور لوگ پٹھان نہیں ہے، وہ تو اور لوگ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ زمین ہو یا نہ ہو، جو پٹھان ہے وہ پٹھان ہے، دوسرے میں خان پٹھان ہے تو نوکر صاحب جولاہا ہے"

"تو الگ نسل ہوئی نا ----------" شاکر صاحب نے کہا

"نسل مسل الگ نہیں ہے، ہم تم کو نہیں بولا کہ ایک خون ہے، ایک زبان ہے، ایک قبیلہ کا آدمی ہے، مگر الگ الگ لوگ ہے"

شاکر صاحب پھر ڈوب گئے۔ خان نے میری جانب منہ موڑ کر بڑی تشویش سے پوچھا۔

"یہ کیسا ماشٹر ہے میری بات نہیں سمجھتا۔"

اس دن سے خان کے بقول ہمارا ان کا جان پہچان ہو گیا اور خان صاحب نے کلب کی تاحیات نائب صدارت بے تکلفی سے سنبھال لی۔

خان صاحب کا نام

خان صاحب بولے

”نام میں کیا بات ہے۔ اگر ہم آپ کے لاہور کا نام پشاور رکھتا تو تم غصہ ہوتا۔ پھر ٹھیک تھا؟ مگر ہمارا اپنا پشاور ہے۔ ہمارا مرضی ہے۔ جو نام رکھیں ”چڑیا گھر“ یا ”خان کوٹ“ تم کیوں آنکھ نکالتا اور نام میں کیا ہے۔ یہ تو مرضی کا بات ہے۔ وہ ایران کا بادشاہ، اپنے آپ کو شاہنشاہ کہتا ہے۔ تو ایران میں اس کے بغیر دوسرا بادشاہ نہیں کہ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہو گیا۔ مگر نام ہے۔ اس کو پسند ہے تو ٹھیک ہے۔“

میں نے کہا۔ ”نہیں بھائی خان میرے خیال میں یہ کوئی خاندانی تعصب ہے۔ جو تخت کے ساتھ جاتا ہے اور ان دنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جب ایران کے بادشاہوں کے نیچے سینکڑوں بادشاہ اور راجے اور نواب ہوا کرتے تھے“

خان صاحب نے اپنا بڑا سر ہلا دیا۔

شاکر بولا۔ ”ہاں بھائی۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے Empror of Ethopia کے Title کی بھی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔“

خان صاحب غصہ میں بولے ”یہ جگہ کدھر ہے۔ چاند پر ہے۔ ایم پر پر۔ توبہ۔ توبہ۔“

شاکر بولا "ارے بھائی۔ اے تو یہ افریقہ میں ایک ملک ہے اور وہاں کا بادشاہ بھی ایران کی طرح شاہنشاہ کہلاتا ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ شجرہ نسب سیدھا سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا سے ملتا ہے"

خان صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔

"اچھا۔ سلیمان علیہ السلام کا لڑکا ہے۔ پھر تو اس کے پاس وہ جن من، جادو مادو، سب ہو گا اور وہ لڑکی کو ڈھونڈنے والا چڑا بھی ہو گا۔" خان صاحب کی امید بندھی۔

شاکر بولا "ارے بھائی نہیں، جادو وادو کدھر ہے۔ وہ بڑا ہوشیار، بڑا اور۔ اور شریف آدمی ہے ـــــــ"

"چھپاتا ہو گا۔" خان نے خیال ظاہر کیا "یہ جادوگر مادوگر لوگ ہے۔ یہ سب چیز چھپاتا ہے۔"

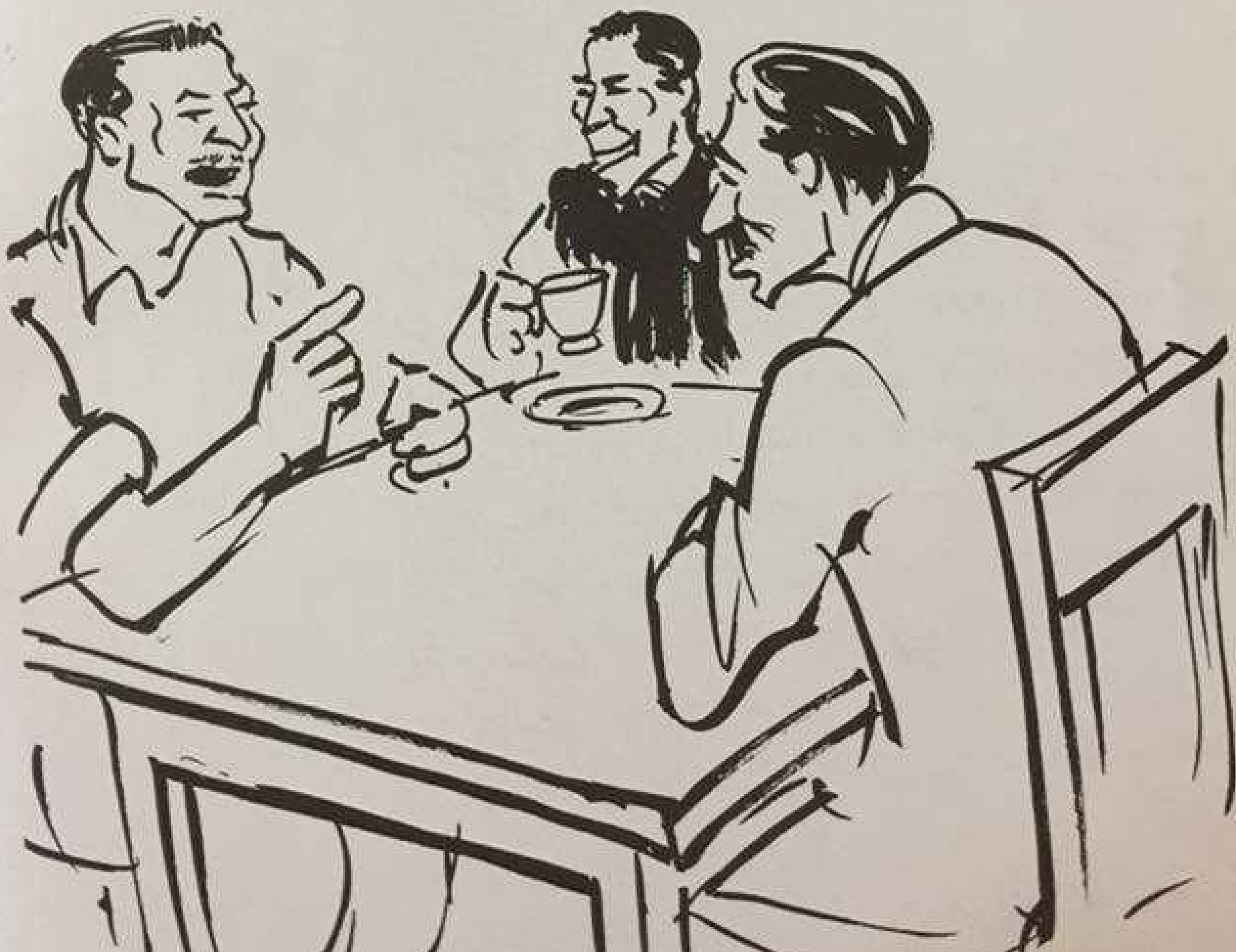

شاکر نے کہا ”ارے نہیں خان۔ جادو وادو دنیا میں نہیں، کیا واہیات ------“

خان بولا ”واہیات میں ہے کہ تم ہے۔ جادو نہیں ہے؟ قرآن میں ہے اور دنیا میں نہیں ہے؟ اور اگر دنیا میں ہے تو یہ سلیمان علیہ السلام کے لڑکے کے پاس نہیں ہو گا تو اور کس کے پاس ہو گا؟“

خان صاحب کی منطق پکی تھی۔

شاکر بولا ”ارے بابا۔ جس چیز کو تم جادو --------“

خان نے بات کاٹ دی ”نہیں ہے۔ سچ مچ نہیں تو پھر کیا ہے۔ خالی نام سلیمان کا میراث میں ملا۔ جادو نہیں ملا۔ یہ کیا بات ہے یہ ایسا بے جادو سلیمان تو ایک ہمارے گاؤں میں بھی تھا۔ ہمارے دادا کا مچھلی کا شکاری تھا۔ بوت شوق سے شکار کھیلتا تھا مگر تیرنا نہیں جانتا تھا، ڈوب گیا“

شاکر سنتا ہی رہا۔

”واہ بھئی۔ مچھلی کا شکاری تھا مگر تیرنا نہیں جانتا تھا“

”ہاں۔ زندہ ہوتا تو بہت بڑا لیڈر ہوتا۔“

”اے سب لیڈر میڈر بھی ایسا ہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہ شکار بھی نہیں کر سکتا۔ اس کو خالی کھانا بہت پسند ہے۔ تم پکڑ کر اس کو دیدو۔ تو یہ بڑے شرافت اور لیاقت سے بیٹھ کر سب کھا لے گا۔ اور پھر تم کو بولے گا کہ اللہ کا حکم ہے کہ تم اور مچھلی پکڑو اور ام کو کھلاؤ“ خان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

خان صاحب کی تعلیم

ایک روز شاکر صاحب نے خان صاحب کی تعلیم کے متعلق پوچھا

”ارے یار تالیم مالیم کدھر ہے، تالیم ہوتا تو کیا ادھر بیٹھ کے میوہ بیچتا۔ کبھی کا تانہ دار مانہ دار نہ ہو گیا ہوتا“

”تھانہ دار؟“ شاکر صاحب نے کہا ------ ”نہ بھائی خان، تھانیدار کیا، آپ کا اچھا خاصہ تیز دماغ ہے۔ کوئی بڑے آدمی بنے ہوتے“

”نہیں“ خان نے کامل یقین کے ساتھ کہا ”تانہ دار میں جو کمال ہے وہ صدر میں بھی نہیں ہے، یہ بڑا ہنر والا لوگ ہوتا ہے، حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر بنا دیتا ہے، جادوگر کا بچہ ہے۔ تانہ دار ہی ٹھیک ہے، مگر یار اب تو تعلیم سے بھی تانہ دار نہیں بنتا، وہ امارے ماموں کو لڑکا ہے سولہ جماعت پاس، مگر کسی نے اس کو چپراسی بھی نہیں بنایا، صرف اتنا فرق اس میں آگیا کہ اب جوار کا روٹی اسے ہضم نہیں ہوتا اور گیہوں کا زمین اس کا باپ نے بیچ دیا اس کو سولہ جمات پڑانے کے لئے، اب وہ گھر میں بیٹھا ہے اور اس کا پیٹ خراب رہتا ہے، اس کے باپ نے ملا کا آدھا داڑھی اکھاڑ دیا اس کو بولتا ہے، تم کہتے تھے تعلیم میں برکت ہے تو میرے بیٹے کی تعلیم کا برکت تم نے کدھر چھپا دیا۔ یہ سارا سبق مبق تو اس کے پیٹ کے لئے تھا۔ اب اس

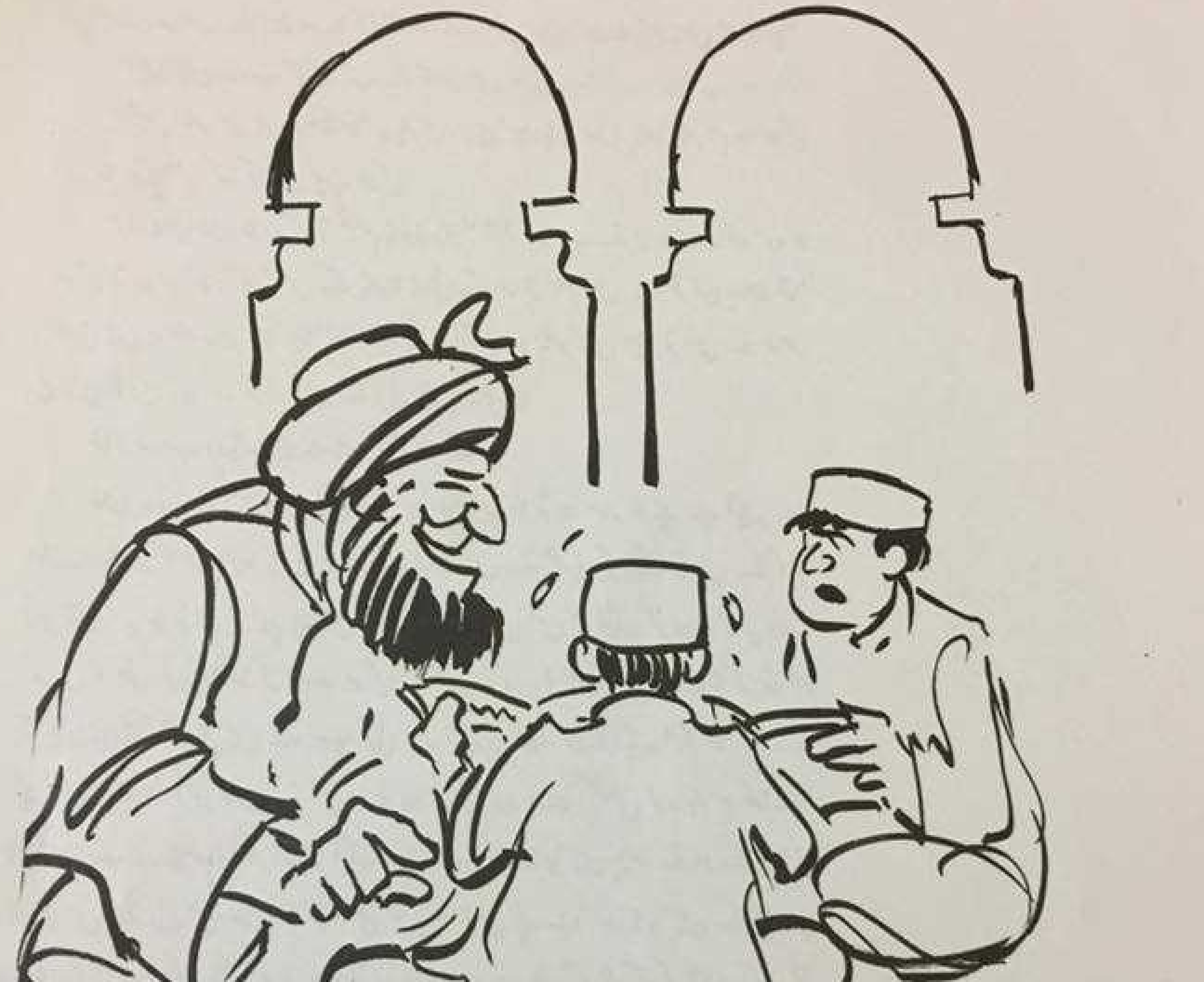

کا پیٹ خراب ہو گیا ہے، سبق کا برکت اور میرا ماموں نے تو اس کا آدھا داڑھی نکال دیا" خان صاحب نے ہنستے ہوئے کہا "------ اس سال ہم نے بھی سبق چھوڑ دیا"

"اچھا! خان صاحب، تو کیا آپ کے گاؤں میں سکول ہے؟"

"نہیں، ہم مسجد میں پڑھتا تھا، یہ پارسی مارسی، چار پانچ سال پڑھا، پھر ہم بڑا ہو گیا اور ملا مر گیا" یہ کہہ کر خان چپ ہو گیا

"واہ بھائی خان ملا مر گیا تو تعلیم چھوڑ دی" شاکر صاحب نے حیرت سے کہا "وہ ملا مر گیا تو دوسرا ملا آ گیا، اس کے چھوٹا بھائی کے ساتھ ہم اس سے قرآن پڑھتا تھا، سردی میں وہ ہم سے کہتا، بیٹا، ادھر آؤ آگ کے پاس بیٹھو، میں بیٹھا تو اس نے ادھر چونڈی لگا دی" یہ کہہ کر کہ خان نے اپنی پیٹھ پر چٹکی لی

شاکر صاحب دریائے حیرت میں غرق ہو گئے

خان نے کہا۔ "میں دل میں بولا، شیر خانا، یہ ملا تو بڑا سور کا بچہ ہے ایک روز ہمارے ماموں کا لڑکا بیٹھا چھری کو تیز کر رہا تھا، میں نے چھری کو دیکھا تو اس نے کہا۔ اکبر خان، یہ ملا تو ہم کو اوپر چونڈی لگاتا ہے آج میں اس کو ٹھیک کر دوں گا یہ ہمارا گھروں کا حلوہ ملوہ کھا کھا کر مست ہو گیا ہے اب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ملا ہم کو چونڈی لگاتا تھا پھر میں نے سوچا کوئی اور ترکیب کرو۔ ملا کا ایک لڑکا تھا، ہم سے ایک سال چھوٹا، اکبر خان نے اس سے دوستی کی اور اسے کشمش اور بادام کھلاتے، ٹافی، سگریٹ اور چلغوزا لیکر دیتے، ایک روز ملا نے سورۃ یاسین پڑھاتے ہوئے چونڈی لگایا تو میں نے دل میں کہا یہ ملا تو اصلی خنزیر کا حرامی بچہ ہے، سورۃ یاسین کے بیچ میں چونڈی لگاتا ہے، اکبر خان کو یہ بتایا تو وہ دوسرے دن ملا کے لڑکے کو شکار کے لئے لے گیا دس دنوں کے اندر اندر اسے وہ سارا کتاب پڑھا دیا جو ملا مجھے پڑھانا چاہتا تھا۔ اسی دن سے ہم نے سبق چھوڑ دیا۔"

"ارے لاحول ولا، خان، تم تو بڑا خراب آدمی ہے، تمہارے بھائی نے بڑا خراب کام کیا------" شاکر صاحب نے کہا

خان بولا۔ "ہم خراب ہے کہ ملا خراب ہے، انصاف تو قاضی کے گھر میں بھی نہیں۔ ملا نے کیوں ہمیں چونڈی لگایا۔ "اور پھر سورہ یاسین کے بیچ میں نے" یاد دلایا

"ہاں" خان نے اپنا بڑا بڑا سر ہلایا

پھر اس نے شاکر صاحب کو بڑے غور سے دیکھا

"یہ ماشٹر ہے، یہ بھی ملا کا بھائی ہے"

شاکر صاحب جیسے بے ہوش ہو گئے۔

خان صاحب کا مذہب

ہمارے کلب میں مزید تین ممبروں کا اضافہ ہو گیا‘ ایک ہمارے آرٹ کے پروفیسر جناب تمیز الدین مقناطیس الرحمٰن باسو‘ جو میری شہرت کی مٹھائی چاٹنے آتے تھے‘ ایک ڈاکٹر حسین شاہ‘ بڑے شریف اور ہنس مکھ‘ انہیں مذہبی معاملات میں بڑی دلچسپی تھی‘ ان کا یہ مذہبی رنگ انہیں زیبا لگتا تھا کیونکہ مذہبی تعلیمات نے انہیں زیادہ کشادہ اور رحم دل بنا دیا تھا۔ اور تیسرے ان کے دوست اور ہم خیال مولوی نذیر صاحب ایک نیک اور بنک اکاؤنٹنٹ تھے اور ایک مذہبی جماعت کے رکن‘ ان کے علم کا دائرہ بہت وسیع تھا مگر ان کا علم ان کی انسانی سرشت پر سوار تھا وہ عقیدے کے پکے مگر سیدھے سے تھے۔ داڑھی اور لمبے بالوں کی وجہ سے دوستوں کے حلقہ میں ان کا مولوی نام پڑ گیا۔ مذہبی بحثوں میں اپنے علم کا اظہار کرنے میں انہیں بڑا مزا آتا تھا

خان صاحب ان کی بڑی تواضع کرتے “سید ہے سید” وہ کہتے “اس سے ڈرو‘ خدا کے دوست کا بچہ ہے”

شاہ جی اور خان کی ایک دم دوستی ہو گئی

ایک روز شاہ جی نے کہا” “ارے خان بھائی‘ یہ تکلف نہ کیا کریں آپ عمر میں ہم سے بڑے ہیں”

"نہیں، نہیں" خان نے کہا ------ "ہم سید لوگ سے بہت ڈرتا ہے"

پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا "------ ان میں اک لوگ ہوتا ہے جس کا زبان کالا ہوتا ہے جس کو بددعا دے دیتا ہے اس کو پاگل کتا کاٹ لیتا ہے، سب خاندان پاگل ہو جاتا ہے۔"

"نہیں بھائی خان" شاہ صاحب بولے "یہ کسی نے آپ کو غلط بتایا ہے ہم کسی کو بھی بددعا نہیں دیتے، نہ کتوں سے کٹواتے ہیں، یہ تو گناہ ہے، ظلم ہے"

"اچھا ------" خان نے کہا "------ تم کسی کو بددعا نہیں دیتا؟"

"نہیں بھائی، کبھی نہیں" شاہ صاحب نے کہا

خان صاحب بہت خوش ہوئے ------ "یہ اصلی سید ہے"

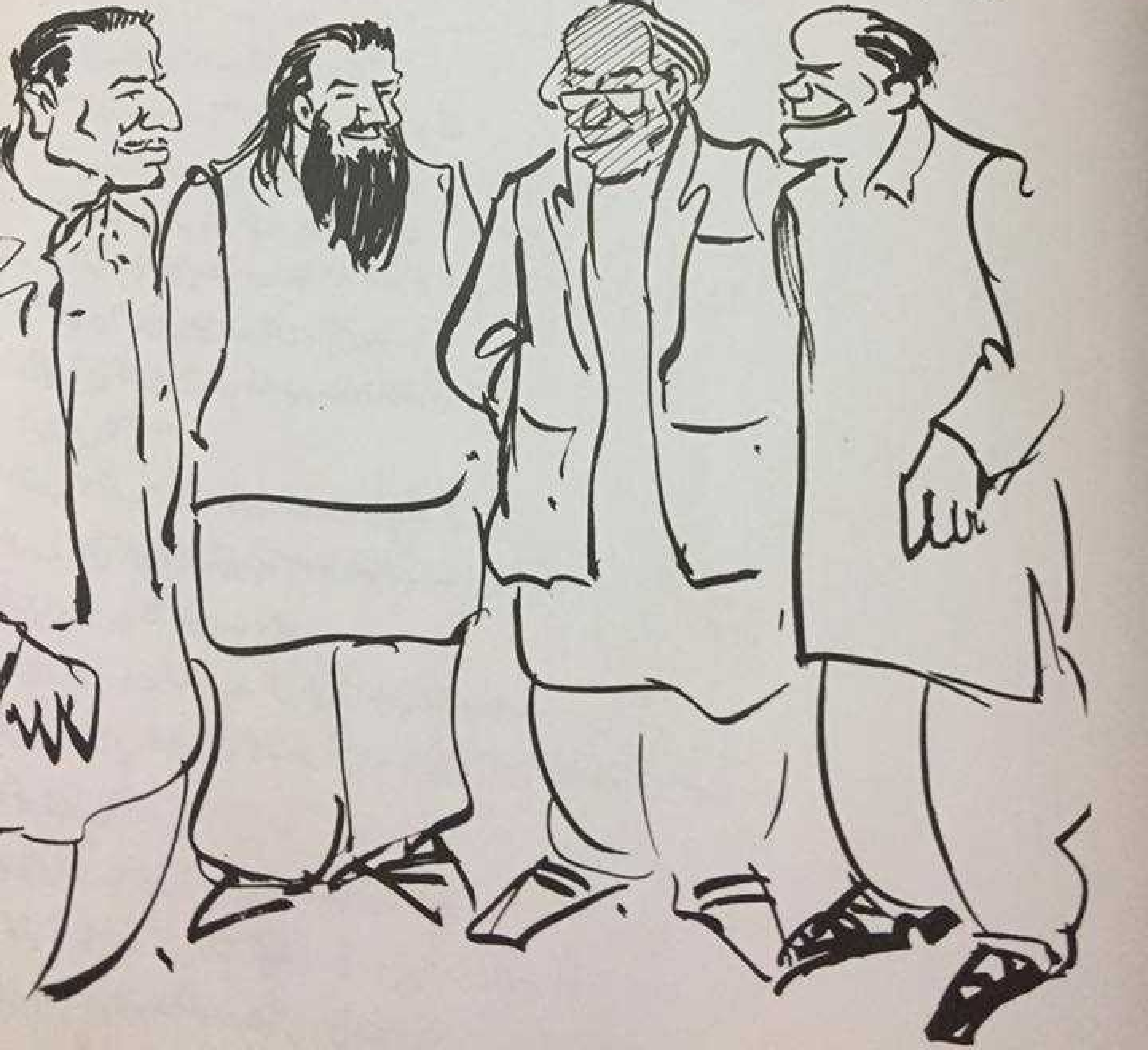

اس روز سے شاہ صاحب کی اور بھی زیادہ خاطر تواضع ہونے لگی۔ آج نذیر اور شاہ جی کسی عقیدہ کے مسئلہ کے گرداب میں گھرے تیراکی کر رہے تھے کہ خان بھی پہنچ گئے، مولوی صاحب کے کچھ بہت پیچیدہ دلائل کے اختتام پر شاہ صاحب نے خان سے پوچھا

"کیوں بھائی خان! تم لوگ سیدھے سادے اچھے عقیدے کے مسلمان ہو، تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وہ ہمارا اسلام آسان ہے" خان نے کہا۔ "اس میں اتنا لمبا لمبا بات نہیں ہے، تمہارے انکو منکو اسلام میں تو اتنا لمبا لمبا بات ہے کہ اس میں ہمارا باپ بھی معلوم نہیں کر سکتا کہ اسلام کدھر ہے؟"

"لا حول ولا قوۃ" مولوی صاحب بولے "------ ارے بھائی! مسلمانی تو سب دنیا کی ایک ہی ہے، عقیدہ تو ایک ہی ہے"

"اقیدہ ------؟" خان صاحب پریشان ہو گئے

"ارے، تم جو دل میں مانتا ہے" "تم کیا مانتا ہے۔" مولوی صاحب بولے

"ہم مانتا ہے کہ خدا ایک ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، بے شک اور اس کا چار دوست، سب بابا، کاکا صیب، اور سب سے کام کا آدمی پیر بابا ہے"

"کون پیر" مولوی صاحب چیں بہ جبیں ہوئے

"گیارویں کا جوان" خان صاحب نے وضاحت کی

"گیارویں کا کیا؟"

"قطب کا قطب" خان صاحب نے مزید وضاحت کی

"ارے بھائی، ان کا نام کیا ہے" مولوی صاحب بے بس ہو گئے

"تمہارا وضو ہے؟" خان نے پوچھا

"وضو؟ وضو کی بات کہاں سے نکل آئی" مولوی صاحب بولے

"وضو کے بغیر اس کا نام لے گا تو منہ ٹیڑا ہو جائے گا" اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک آنکھ بند کر لی

"یہ کیا واہیات ہے بھائی" مولوی صاحب پریشان ہو گئے

"ولی، اولیا کا کرامت نہیں مانتا؟" خان دریائے حیرت میں ڈوب گیا

"وائی ہے وابی، پیر فقیر کا منکر ہے اصلی وابی ہے"

خان نے گالی دے کر کہا۔ ”ہم نے خود دیکھا ہے آدمی کا منہ اتنا ٹیڑا ہو جاتا ہے کہ روئی کان کے پاس کاتا (کھاتا) ہے، سب لوگ بولتے ہیں۔ بابا نے کہا ہے“

”ارے بھائی، لا حول ولا، یہ کیا بات ہوئی، تم مجھے اس کا نام بتاؤ“

”چپ، چپ، مولوی صیب، ان باریک باتوں میں انگلی نہ مار، وہ نہیں چھوڑتا، ہمارے ماں کے ماموں نے جوانی میں گالی دیا تھا۔ اسی سال اس کا منہ ٹیڑا ہو گیا اور وہ مر گیا۔“

”وہ گالی دینا مانگتا تھا مگر گالی دے نہ سکتا تھا تم خوب سوچ لو“

”میں نے خوب سوچا ہے“ مولوی صاحب جلال میں آ گئے۔ یہ خرافات آپ کے دماغ سے نکالنے کا یہی اچھا طریقہ ہے، آپ نام بتائیں، ہم سب کے سامنے دہرائیں گے۔“

واہ ------ “ خان نے تعجب سے کہا ”میں کوئی پاگل ہوں کہ اس کا نام بولوں گا، کبھی نہیں۔“

”ارے بھائی خان، کیوں نہیں“ شاہ صاحب نے پوچھا

”ام نے وضو نہیں کیا ہوا“ خان نے جواب دیا۔

”خان صاحب نماز نہیں پڑھتے تھے“ شاکر صاحب نے پوچھا

”ارے بھائی خان، نماز کیوں نہیں پڑھتا، کیا کبھی نہیں پڑھی؟“

”نہیں یار، بہت پڑھا ہے“ خان صاحب بولے۔ ”روز پڑھتا تھا مگر ہمارا ملا مر گیا۔“

”واہ، یہ کیا بات ہوئی، ملا مر گیا تو نماز چھوڑ دی“

”نہیں، نہیں“ خان نے کہا ”اس کا لڑکا ملا ہو گیا تھا وئی ملا“

”وئی ملا؟ کون ملا“

”اوفوہ۔“ خان بے بس ہو گیا۔

”چلغوزے؟“ میں نے پوچھا

”ہاں“ خان نے اپنا موٹا سر ہلایا۔ ”اب میں اس کے پیچھے کھڑا ہو کر خدا کو کیا منہ دکھاتا، ہم نے نماز ہی چھوڑ دیا، خدا کا حکم ہے کہ تم جس ملا کو چلغوزہ کھلاؤ اس کے پیچھے نماز مت پڑھو“

”سبحان اللہ“! شاکر صاحب نے حیرت سے کہا۔ ”پھر پڑھا ہی نہیں؟“

"نہیں، ایک دفعہ پڑھا" خان صاحب نے سوچ کر جواب دیا۔ "بڑا شاہی مسجد میں گیا تھا، ہمارا ملا بولتا تھا کہ بڑا مسجد میں بڑا زیادہ پرشتہ (فرشتہ) بیٹھتا ہے، میں نے دل میں سوچا۔ یار شیر خان آج نماز پڑھ، اتنا زیادہ پرشتہ لکھ دے گا کہ اپنی مسجد میں دس سال بعد بھی پرشتہ اتنا نہیں لکھے گا، پھر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا، مگر کھڑا ہوتے ہی مصیبت میں پڑ گیا"

"ارے بھائی ہوا کیا؟"

"اتنے زیادہ فرشتوں کے سامنے ہم نماز بھول گیا بڑا کوشش کیا مگر خالی بسم اللہ قل حو اللہ یاد رہا باقی سب غیب"

"خان بھائی، تم کو نماز نہیں آتی؟" شاکر صاحب نے پوچھا

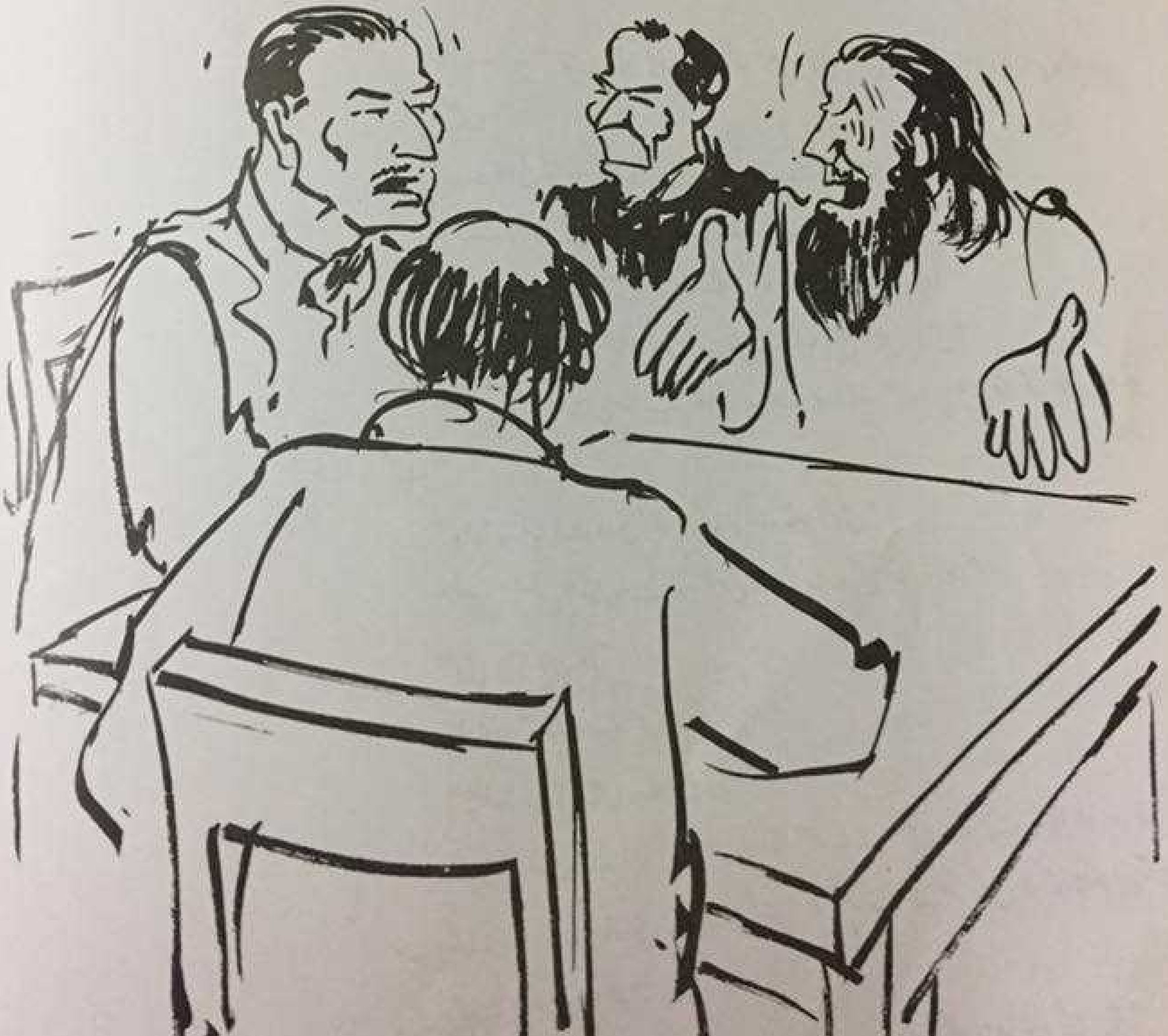

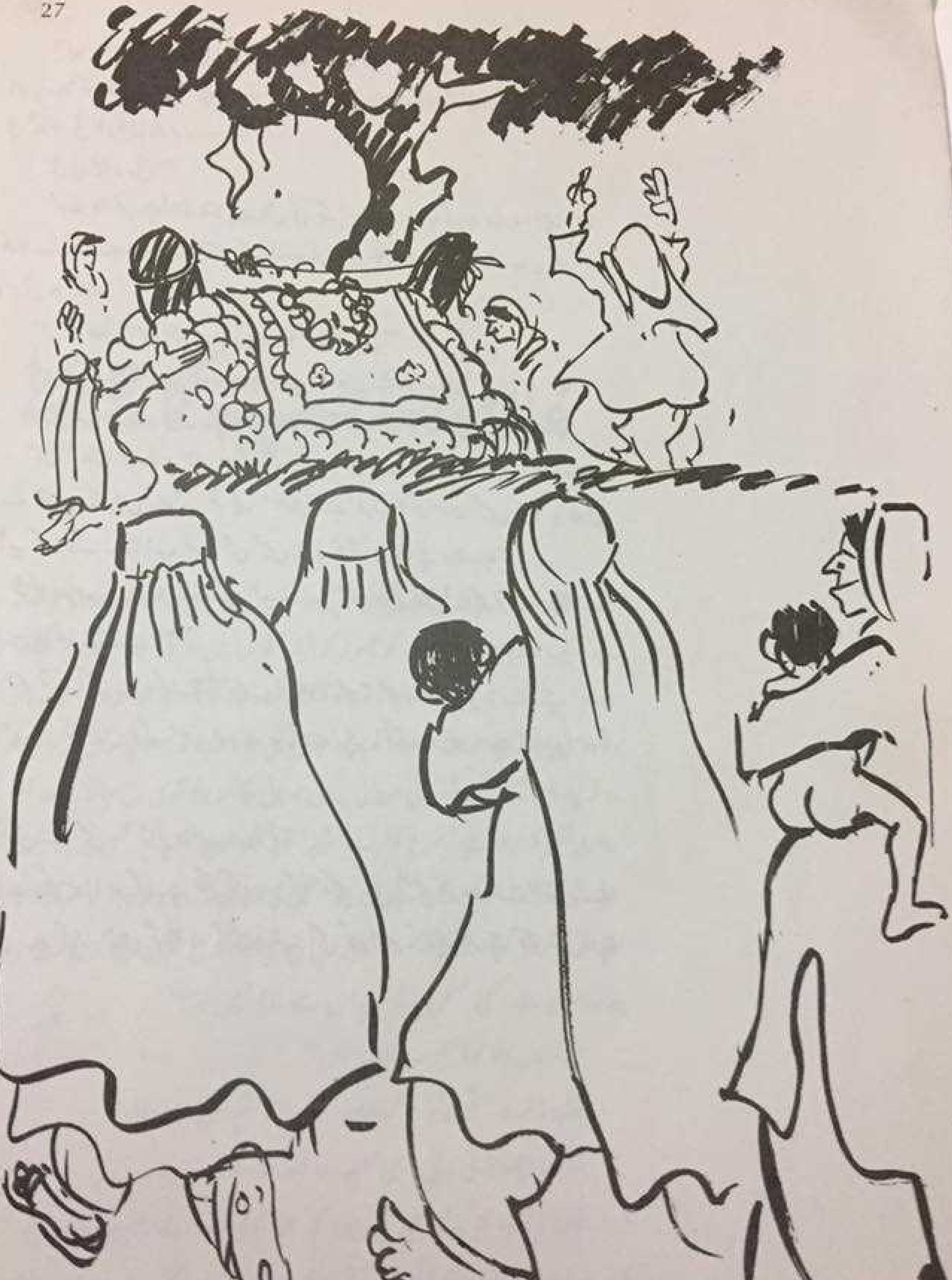

"کیوں نہیں آتا" خان نے غصہ سے جواب دیا

مالوم ہے' کتنا خالی کتنا بھرا ہے' سنت موکدہ مالوم وتر واجب مالوم' آیات کرسی مالوم' بی بی شیخاء رتی کا وظیفہ مالوم ------"

"بی بی شیخاء رتی؟"

"بہت بڑا قبر ہے' اتنا جتنا پٹ فال کی جگہ' بڑا عورت جاتا ہے وہاں۔ اچھا اچھا کھانا لے جاتا ہے۔ صبح سے شام تک خوب ناچتا اور گاتا ہے" خان صاحب یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"ارے بھائی' اس مقدس جگہ پر وہ جا کر ناچتی ہیں؟"

"اس کے بچے کا پیٹ ٹھیک ہو جاتا ہے۔" خان نے جواب دیا

"ناچتی ماں ہے اور پیٹ بچے کا ٹھیک ہو جاتا ہے" شاکر صاحب نے تعجب کیا

"ہاں" خان لڑنے پر تیار ہو گیا "------- ہاں' میں نے سو بار دیکھا ہے۔ ہمارے گاؤں کے پاس ہے' یہ تم کیسا مسلمان ہے' اولیا کا کرامت نہیں مانتا' یا خدایا پاک! یہ کیسا لوگ ہے؟ اب تم یہ بھی نہیں مانے گا کہ پیر بابا بچہ دیتا ہے"

شاکر صاحب بے بس ہو گئے "------ واہ بھائی خان! بچے تو خدا دیتا ہے تمہارا پیر بابا کیا بچے دے گا؟"

"ہم تم کو اک روز دکھائے گا' بچوں کو چھوٹا چھوٹا جھولا لٹکا ہے"

"ہر روز سینکڑوں لوگ' مرد عورت جاتا ہے' بچہ مانگتا ہے اور بہت بچہ پیدا ہوتا ہے۔"

"کمال ہے بھئی۔" شاکر صاحب نے کہا

"اب کچھ بوڑا ہو گیا ہے نظر کمزور پڑ گیا' کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے" خان نے فکر مندی سے کہا۔ "ماں گورا ہوتا ہے باپ بھی گورا ہوتا ہے مگر بچہ کالا نکال دیتا ہے۔"

خان صاحب کا جولاہا

“یار، ہمارے ملک کا جولاہا بڑا سیدھا لوگ ہے، ہم تم کو ایک جولاہا کا قصہ سناتا ہے، ایک جولاہا جو اپنے وطن کو چھوڑ کر ایک گاؤں میں ملا ہو گیا، ہر جولاہا، جولاہا لوگ جب اپنے ملک میں تنگ ہو جاتا ہے تو کہیں دور چلا جاتا ہے جو غریب مریب ہوتا ہے وہ ملا بن جاتا ہے جو مالدار ہوتا ہے وہ حاجی بن جاتا ہے اور جو پکا دس ہزاری ہوتا ہے وہ اپنے نام کے پیچھے شیروانی مہروانی بریانی مہریانی لگا کر بڑا آدمی بن جاتا ہے۔ کہتا ہے وہ بڑا پیر فقیر کا اولاد ہے، سرخ کافر ہے، توبہ، توبہ، جو اپنے آپ پر کسی بڑے آدمی کا اولاد ہونے کا جھوٹا الزام لگاتا ہے اور جو اصلی اولاد ہوتا ہے وہ ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے، اوپر تو ہر روز کرامت چمکتا ہے، ہمارا بی بی شیخا کا گدی نشین ایسا زبردست پیر ہے کہ پندرہ سال سے کسی شخص نے بھی اس سے جوا نہیں جیتا”

“ولاحول ولا قوۃ، ارے بھائی خان”

خان: اے، تم اولیا کا کرامات نہیں مانتا، تم وابی ہے وابی،

شاکر: اچھا بھائی وہابی سہی، اب وہ قصہ تو سنا دو

خان: تو وہ ملا نے مسجد میں بولا کہ جو آدمی خدا کے نام پر سو روپے خرچ کرے گا تو خدا بولے گا کہ ہم اس کا قرض دار ہو گیا احسان کا، وہ اسے اس جہان میں ایک

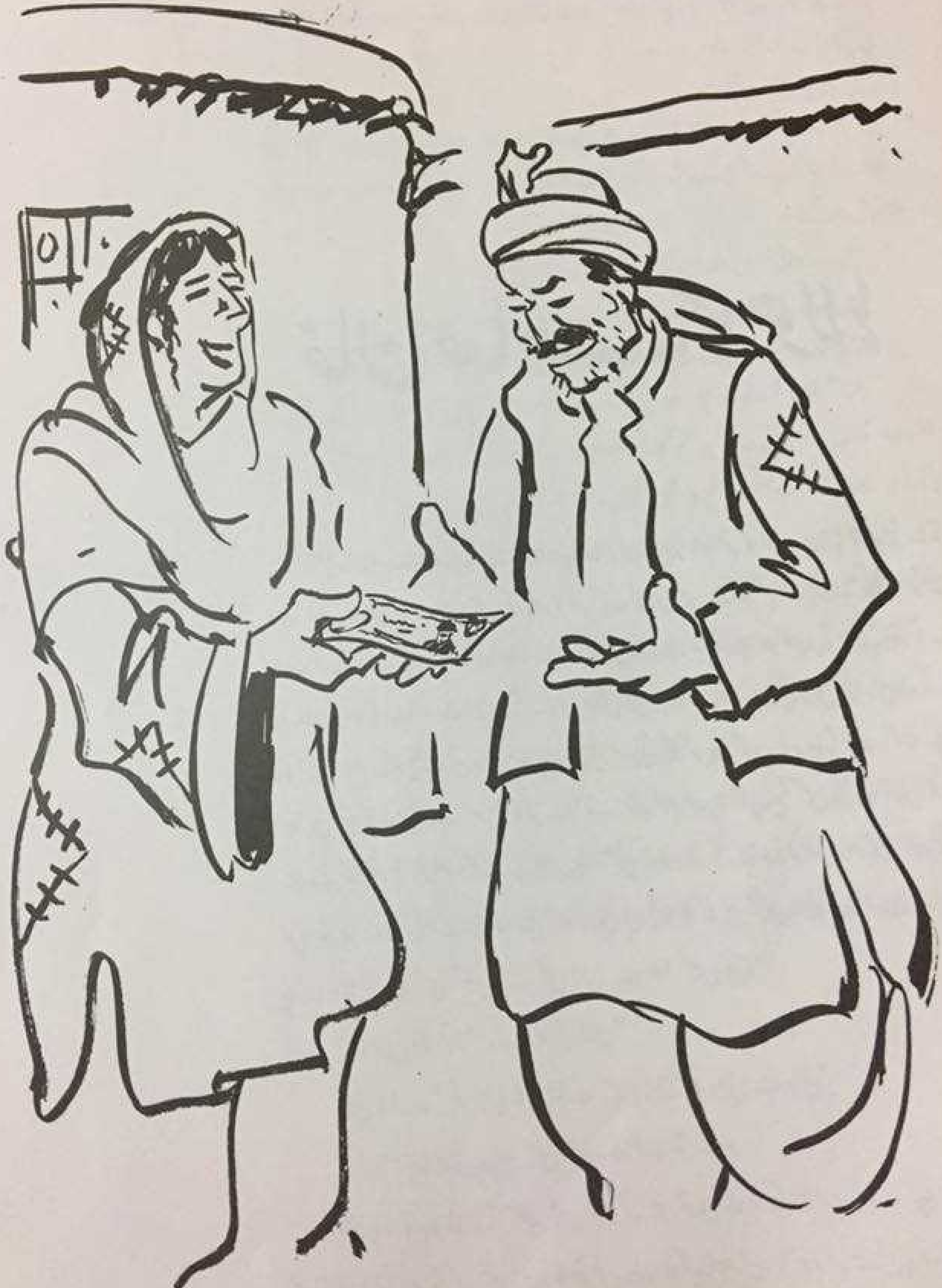

ہزار روپے دے گا اور دس ہزار کا بنگلہ جنت میں ملے گا، اوپر ایک پٹھان بیٹھا تھا اس نے سوچا اور دل میں کہا، یارا، زنگی خان یہ سودا اچھا ہے۔ وہ سیدھا بیوی کے پاس گیا جس کے پاس گور کفن کے لئے سو روپے رکھے تھے جو خان نے لے لئے کہ خدا کو قرضہ دینا ہے، بیوی بولا، دیکھو یہ ملا تم کو دھوکہ دے رہا ہے، خان بولا، واہ بے وقوف عورت، خو عورت ہے کہ نا، کم دماغ، وہ جولاہا اور میں پٹھان کون مجھے دھوکہ دے سکتا ہے۔ یہ بات مسجد میں ہوئی ضامن خدا ہے اس سے اچھا سودا کدھر ملے گا، اس طرح ملا نے خدا کے نام پر سو روپیہ منظور کر لیا اور خوب مزے سے ہضم کیا، چار پانچ دن گزر گیا، خان کا بیوی اسے مذاق کرنے لگا، خان کے دل میں آیا، زنگی خان یہ سودا کچھ دھوکہ موکہ کا لگتا ہے وہ ایک بڑا چھرا لے کر مسجد میں آگیا اور ملا کو کہا۔

“دیکھو ملا، تم خدا کو بولو کہ ہم نے بڑا صبر کیا مگر اب ہمارا بی بی مذاق کرتا ہے، کل سے کھانا بھی خرافات ہو گیا ہے، جنت کا قصہ لمبا ہے اسے چھوڑو، ادہر کا وعدہ جلدی پورا کرو ملا صاحب بولا کہ جنگل منگل میں جا، یہ وعدہ گھر میں تو پورا نہ ہو گا مطلب یہ کہ صحرا میں اسے کوئی سانپ وانپ کھا لے، خان صحرا میں گیا، دن بھر ادھر ادھر پھرا۔ شام کو جانور کے ڈر سے ایک چھوٹے درخت پر بیٹھ گیا اتنے میں ایک ایرانی آیا، گھوڑے موڑے کو باندھا ایک چھوٹا قالین نکالا، ایک حلوہ کا دیگچہ لیا اور درخت کے نیچے بیٹھ گیا، ایرانی نے حلوہ سے ایک لمبا نوالہ بنایا اور سیدھا کھڑا کیا اور بولا۔

حضرت عثمانؓ تم کو معلوم ہے کہ شیر خدا تم سے زیادہ خلاپت کا حق دار ہے، تم پہلے کیوں خلیفہ ہو گیا اب میں تم کو کاتا ہوں، یہ کہہ کر وہ حلوہ کا نوالہ کھا گیا اس طرح عمرؓ سے بات کیا، حضرت ابوبکرؓ سے بات کیا اور نوالہ پر نوالہ کاتا گیا، پھر اس نے خدا سے بات کیا اور بولا کہ تم کیسا فرشتہ بناتا ہے کہ بھیجتا ایک کو ہے جاتا دوسرے کو ہے ہم تم کو کھاتا ہے، اس پر پٹھان نے درخت سے چھلانگ لگایا اور اسے پکڑ لیا۔

“سور کا بچہ، خدا پر ہمارا سو روپیہ کا قرضہ ہے اور تم اسے کاتا ہے۔ پٹھان نے ایرانی کو جان سے مار دیا اور ادہر ہی دفن کیا، اس کے سامان میں سے پٹھان کو ایک ہزار روپیہ ملا،

دوسرے دن سویرے وہ مسجد میں پہنچ گیا اور ملا کو کہا

“تمہارا خدا نے ہمارا ہزار روپیہ دے دیا، مگر ہم نے بھی اس کا جان بچایا، اگر ہم

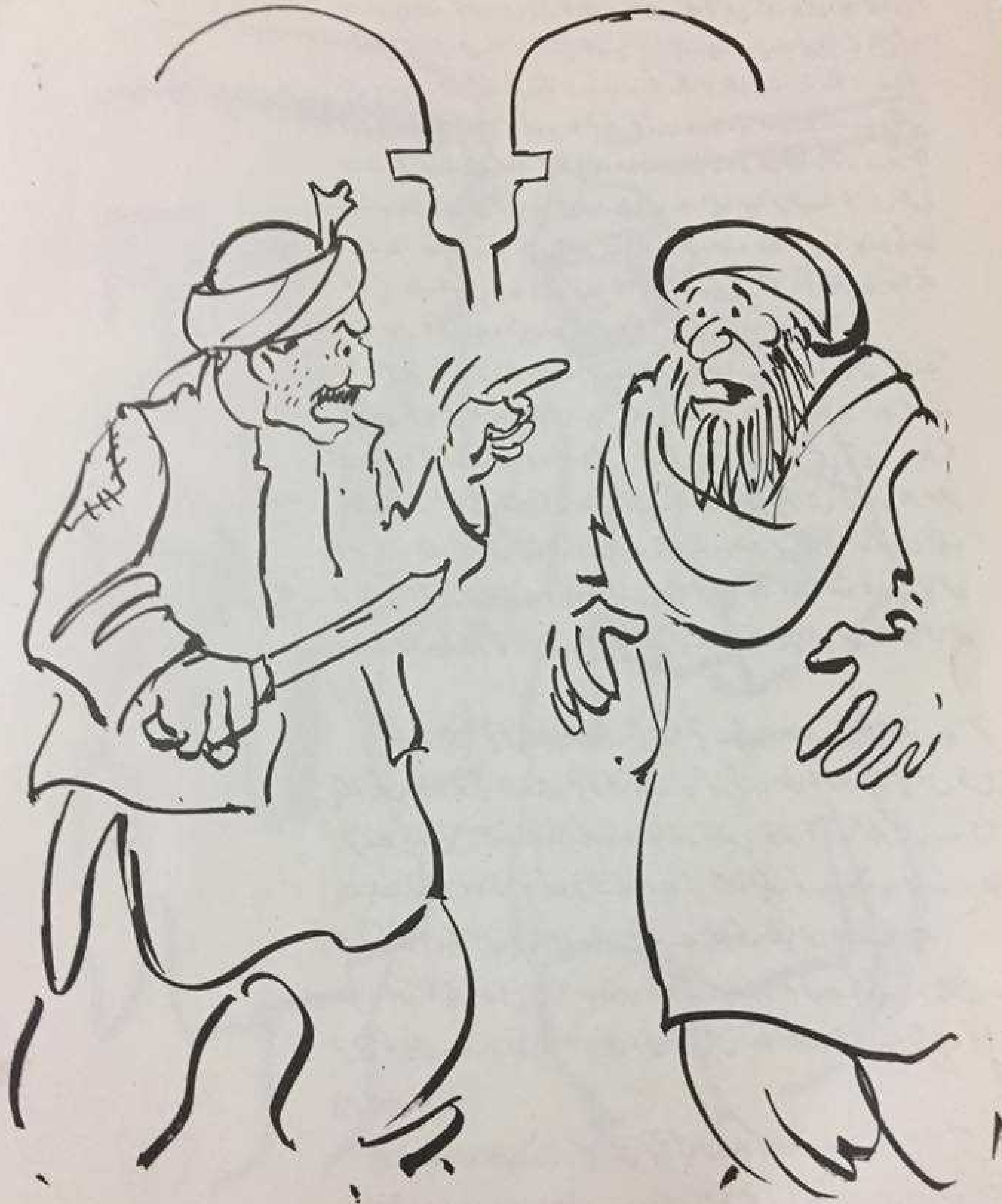

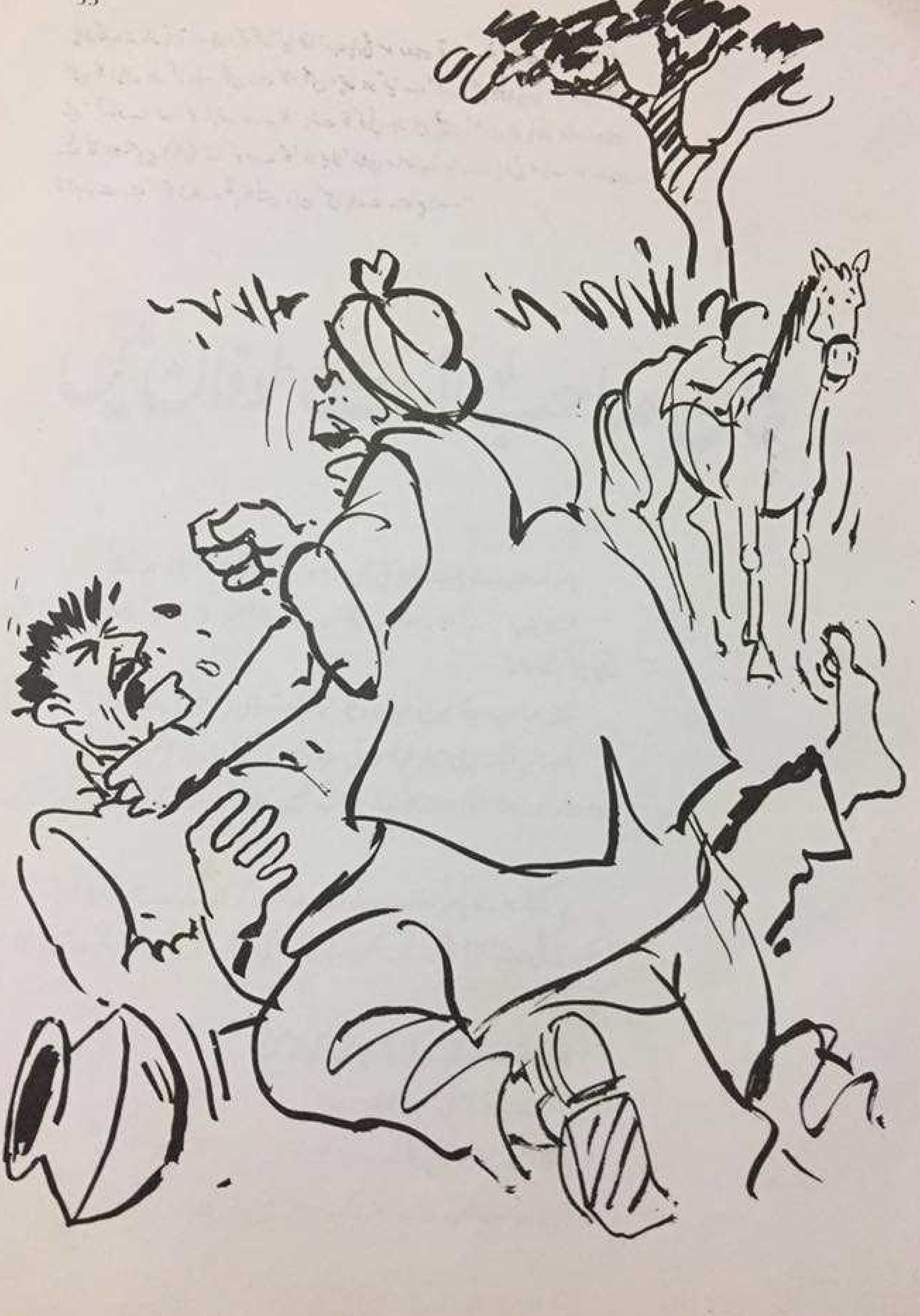

چھلانگ نہ مارتا تو وہ خدا کو کھا گیا تھا اب پانچ سو روپیہ تو ہم نے اپنا بیوی کو دے کر اس کا زبان بند کر دیا۔ کل سے کانا بھی اچھا ہو گیا ہے، اب ہم باقی پانچ سو روپیہ لایا ہے، تمہارے خدا کو قرضہ دے گا، جنت کا کوئی جلدی نہیں، ادھر جو پانچ ہزار روپیہ ملے گا، وہ ہم پر (پھر) خدا کو دے گا، ملا بولا، خان صاحب! ہمارے پاس صرف سو روپیہ کا اجازت ہے، اتنا زیادہ رقم کا لین دین کسی بڑے سے پوچھو۔”

خان صاحب آرٹ کے طوفان میں

باسو صاحب نے جب خان کی لبی خوبصورتی کو دیکھا تو فریفتہ ہو گئے

اے باپ رے’ خان صاحب پٹھان ہے’ بڑا اچھا’ بڑا خوب’ پٹھان لوگ کا لڑکی ہے بڑا مجے دار’

خان صاحب نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ آرامی (حرامی) ہے’ آرامی’

باسو: یہ ایک پری میٹو خوبصورتی ہے جس کو کلچرل ڈیکے ڈنس (Citural Decadence) نے خراب نہیں کیا۔ تم پہاڑ کے لوگوں میں یہ جو’ یہ جو

....

یہ کہتے ہوئے باسو صاحب نے خان صاحب کو ڈرتے ہوئے دیکھا اور کہا "یہ جو فریک بیوٹی ہے’ لڑکا لوگ میں بھی ہے اور لڑکی لوگ میں بھی’ ہم کو دونوں بڑا شندر لگتا ہے۔"

خان صاحب نے "دونوں" پر غور کیا تو کہا

"ارے یہ تو اصلی سور کا بچہ ہے"

باسو: "یہ پٹھان لڑکی کا ــــــ"

خان صاحب اب بڑے خطرناک مرحلہ میں آ گئے

"یہ پٹھان لڑکی کا ——— یہ آنکھ ہے، بڑا شندر لمبا ہے ایک دم لمبا۔"

خان صاحب کے ماتھے پر پسینہ آگیا انہوں نے کہا "یہ چائے لو، چائے لو، مٹائی کاؤ، پشاور کا مٹائی، تمہارے بنگال میں مٹائی ہوتا ہے؟"

باسو صاحب بولے: "یہ شب (سب) مٹھائی تو ہم بنگلہ لوگ کا کلکتے کے باجار کا حلوائی بناتا، شب مٹھائی وہی بناتا"

"کبھی تم نے" خان صاحب بولے۔ "ہمارے قصہ خوانی بازار کا پالودہ گرمی کی شام کو نہیں کھایا، جس میں اتنا بڑا بڑا قلفی اور ملائی اور وہ چری چری برف۔" خان نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"یہ جو فالودہ ہے" باسو صاحب نے تاریخ کو کھنگالا۔ "یہ مے من سنگھ کا ایک حلوائی فضل وددو نے بنایا، اس کا اصلی نام ہے فل وودہ، اس کا بابا حبشی خان سوہن تھا جسے پنجابی لوگ چرا کر دہلی لے گیا اس نے وہاں حبشی حلوہ اور سوہن حلوہ بنایا۔"

ایک روز ہماری اکیڈمی کے ڈائریکٹر مقناطیس الرحمٰن باسو صاحب کے ساتھ قہوہ خانے میں آگئے اور خان صاحب کو مل کر بہت خوش ہوئے، بولے باپ رے باپ، کتنا شندر جوانی ہے،

خان صاحب کا بڑا زمین سے کوئی ڈھائی گز کی اونچائی سے باسو صاحب کو نیلی آنکھوں سے دیکھتا رہا، جب سب لوگ چائے پینے بیٹھ گئے تو خان صاحب نے آہستگی کے ساتھ مجھ سے دریافت کیا۔

"اے بنگالی ہے"

"ہاں"

خان کی آنکھیں اور بھی لمبی ہو گئیں

"یہ لوگ چوہا کھاتا ہے"

"ارے نہیں دوست"

"کھاتا ہے، مینڈک بھی کھاتا ہے، سب کچھ کھاتا ہے، پروا نہیں کہ وہ رینگتا ہے کہ پرکتا ہے، اڑتا ہے کہ تیرتا ہے، خو جس چیز میں بھی سانس ہے یہ لوگ اس کو پکڑتا ہے، مارتا ہے اور کھاتا ہے۔ سب چیز کھاتا ہے"

"ارے، نہیں بھائی جان، یہ کہاں سے تم نے واہیات جمع کیا ہے"

"میں جمع کیا ہے کہ ہمارا ملا بولتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے گنہگار آنکھوں

سے خود دیکھا ہے کہ ڑتنچو کو ایسا مرغے کی طرح تل دیا اور ہڑپ کر گیا۔“

”چھوڑو، تمہارا ملا خان کیا بولتا ہے یہ کونسی کتاب میں لکھا ہے“

”یا خدایا پاکا! یہ تم کیسا لوگ ہے، اپنے آپ سے بات بناتا ہے، میں نے کتاب کا کب کہا ہے ملا گیا تھا سلٹ (سلہٹ) میں سبق پڑھنے کے واسطے۔ وہ بولتا ہے کہ وہ اپنا گناہگار آنکھوں سے دیکھا ہے کہ بڑتنچو ------“

”چھوڑو خان! وہ کہہ بھی گیا تو تم ملا کی بات مان گئے، یہ کوئی ماننے والی بات

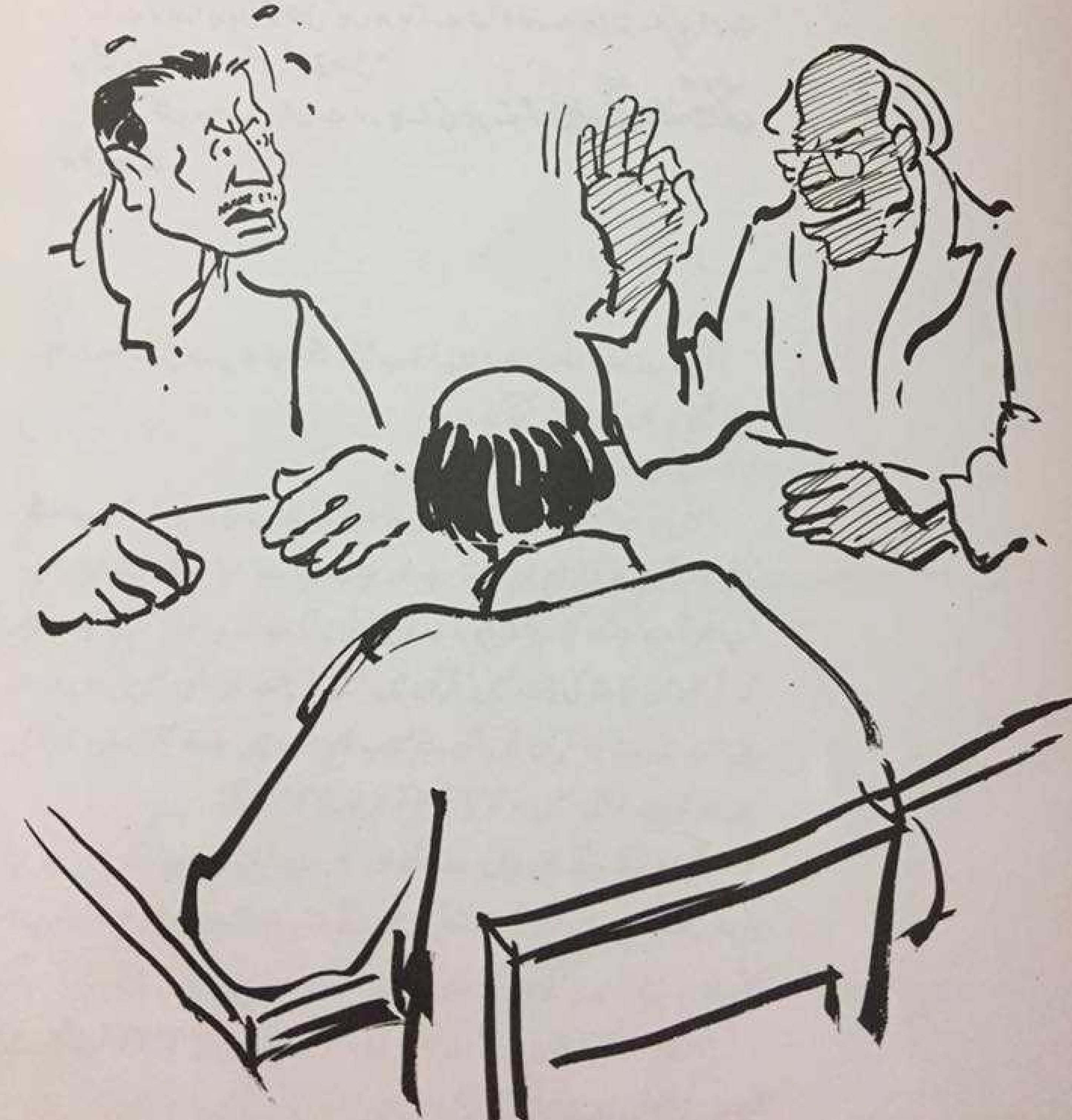

ہے۔"

"وئی، بھولا، تم تو پاگل ہے ملا کا بات نہیں مانے گا، یہ سب ملا بولتا ہے کہ جو ہمارا ملا کا بات نہیں مانے گا وہ وہابیوں میں شامل ہے اور بیوی کو طلاق۔"

"لا، طلاق، ارے بھائی خان، یہ طلاق ولاق"

"یار، یہی تو مرنے کا بات ہے اس میں بھولا، یہ طلاق ملاق ہے نا، یہ شرم و حیا کی بات کو درمیان میں لے آتا ہے تو ہم لوگ ڈر جاتا ہے مگر بھولا، جب کوئی غلطی ہم کرتا ہے تو ہمارا بیویوں کو طلاق کیوں ہو جاتا ہے خدا کا ہمارے بیویوں سے کیا کام ہے یہ نہیں کیا تو طلاق وہ نہیں کیا تو طلاق"

اب خان صاحب پریشان ہے اور چائے کی میز کے گرد بیٹھے سبھی لوگ جیسے بے ہوش ہو گئے۔

جنّت

ایک روز خان صاحب سوچ میں غرقاب بیٹھے تھے، چائے پڑے پڑے ٹھنڈی ہو رہی تھی کہ میں کافی ہاؤس پہنچ گیا

خان! کیا سوچ رہا ہے؟’

“میں یہ سوچتا ہے ------” خان صاحب نے جواب دیا ------” جب ہمارا کوئی کام نہیں ہوتا تو ہم اوپر بیٹھتا ہے اور چائے پیتا ہے، اپنا سوچ سوچتا اور گپ شپ مارتا ہے، وقت گذر جاتا ہے، اب نذیر بھائی بولتا ہے کہ یہ سولہ آنہ پکا بات ہے کہ قرآن میں چائے کی بات نہیں، قرآن میں نہیں، تو جنت میں بھی نہیں، کیوں کہ جو چیز جنت میں ہے وہ قرآن میں بھی ہے، جب ہم جنت میں جائے گا تو وہاں کام بھی نہیں ہو گا، چائے بھی نہیں ہو گا، یار! ہم تو مرجائے گا”

کچھ دیر کے لئے میں وہاں سے اٹھا اور کام سے ایک دوست کے پاس چلا گیا، نذیر اور شاکر بھی وہاں پہنچ گئے، واپسی پر میں نے خان کی تکلیف کا ذکر کیا اور جب ہم کافی ہاؤس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خان صاحب مسکرا رہے ہیں، بڑے خوش۔

“انتظام ہو گیا” انہوں نے دور سے کہا۔ “بہت چائے ملے گا، جتنا تم مانگتی ہے”

“کیا چائے! کونسی چائے” شاکر نے کہا

”جنت میں چائے“ خان صاحب نے کہا، یہ نذیر بولتی ہے کہ چائے جنت میں نہیں ملے گا مگر ہم نے انتظام کر لیا، بالکل فسٹ کلاس“ خان صاحب بڑے خوش تھے۔

”واہ، خان بتاؤ تو“

”دیکھو یار! ہم نے سوچا کہ دنیا میں کوئی ایک اچھا یہودی تو گذرا ہو گا۔ ایک یہودی تو جنت میں ہو گا اور جب وہ دیکھے گا کہ سب لوگ چائے مانگتا ہے اور چائے جنت میں نہیں تو وہ ایک دم چائے کا دوکان کھول لے گا، کمائی کی جگہ کا یہودی کو خوب پتہ ہوتا ہے۔“

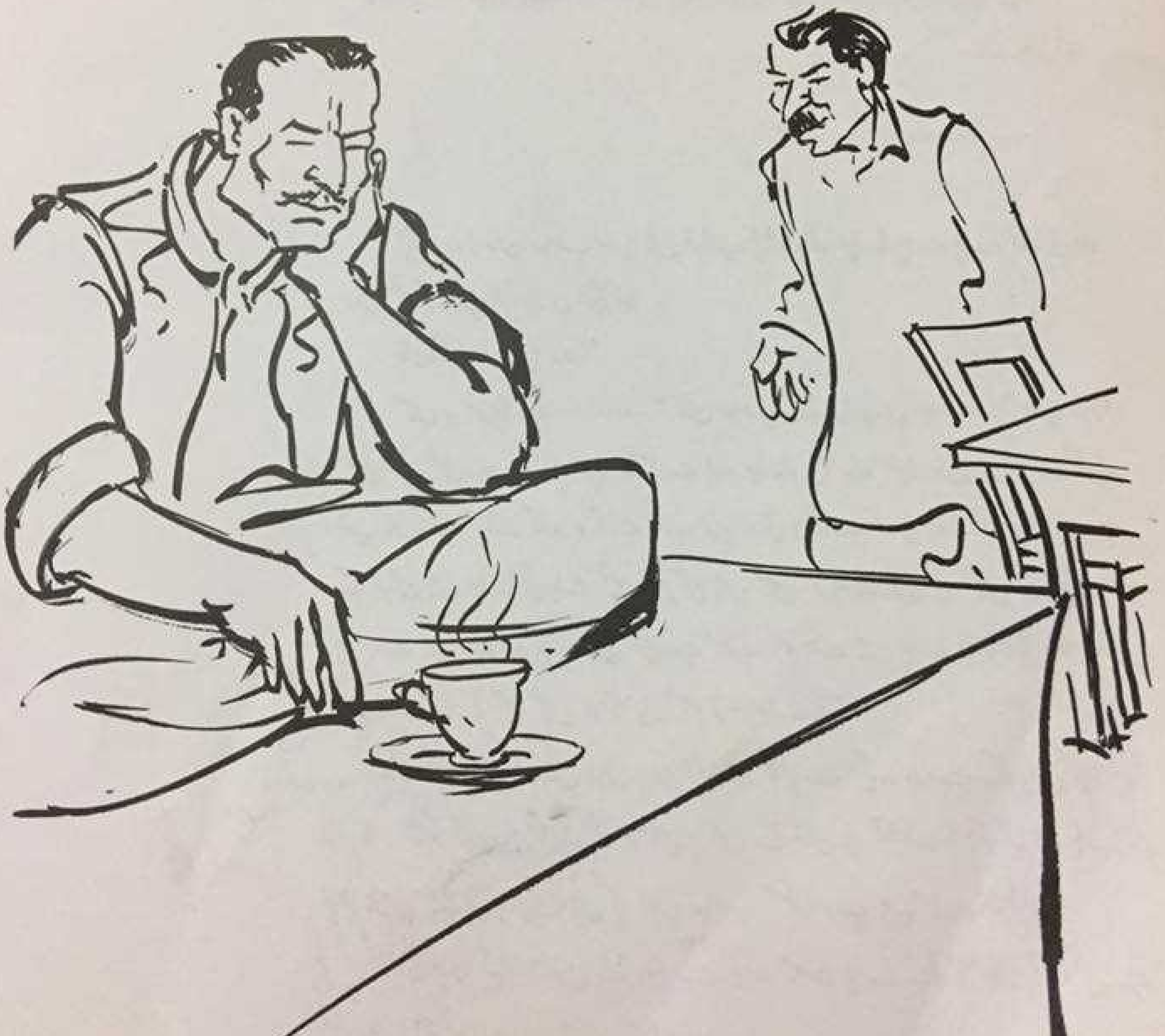

"واہ خان بھائی، کمال کر دیا۔" نذیر نے کہا۔ "اب تو جنت میں جاؤ گے نا، خان"
خان صاحب بولے۔ "نہیں یار! ہم نہیں جاتا، جنت اچھی جگہ نہیں ہے"

نذیر: "توبہ کرو خان، جنت میں مزے ہوں گے، حوریں، شراب میوے، تخت، محل اور جوانی"

"مگر ایک برا کام ہے ادھر" خان صاحب نے کہا۔ "حورہ مورہ سب ٹھیک ہے مگر ہم نہیں جائے گا، ملا کہتا ہے ادھر خراب بات ہے"

نذیر "ارے بائی! جنت میں کوئی خراب بات نہیں ہو سکتی لاحول ولا قوۃ جنت اور خراب کام؟"

خان صاحب۔ "تم کو معلوم نہیں، تمہارا ہندو ملا نہیں بتاتا، ہمارا ملا بھی آدھا بات بتاتا تھا اور آدھا اپنے منہ میں ادہر ادہر کر لیتا تھا، اگر یہ بات تم کو معلوم ہو گیا نذیر بھائی، تو تم بھی جنت میں نہیں جائے گا۔"

"ارے بھائی خان! تم مسلمان ہے کہ نہیں" نذیر بھی تنگ آ کر پٹھان اردو بولنے لگا۔

"خان صاحب: "کیوں نہیں! ہاں، ہاں، ہم مسلمان ہے الحمد للہ، مگر یہ غیرت کا بات ہے اور بے غیرت آدمی کا ایمان نہیں ہوتا، بے ایمان آدمی خدا کا دشمن ہے"
اس طرح انہوں نے فارمولا مکمل کر دیا۔

نذیر اور خان کے تعلقات خراب ہوتے دیکھ کر میں نے نرمی سے دریافت کیا ---- "ارے خان بھائی! ہمیں بھی تو بتلا دو"

"غلمان؟" "ارے بھائی، خدمت کرے گا" شاکر صاحب نے بیرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"خدمت کرے گا؟" خان صاحب نے حقارت سے کہا ----- اتنا حوریں جو ادھر ادھر ہو گا کیا وہ خدمت نہیں کرے گا، اور ادھر خدمت کیا ہو گا، تم کہے گا روٹی، اور روٹی خود پیٹ میں چلا جائے گا جیسے سانپ سوراخ میں چلا جاتا ہے، غلمان کا ادھر کیا کام ہے"

میں نے کہا۔ "خان دوست! ہمیں بھی سمجھاؤ" خان صاحب نرمی کا بالکل مقابلہ نہیں کر سکتے وہ عقیدے کے پکے ہیں۔

"بات یہ ہے کہ ملا ہر وقت غلمان غلمان کرتا تھا اور ہمیں فکر پیدا ہو گیا، ہمارے

[illegible]

[illegible] ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

خان صاحب [illegible] ڈاکٹر

صاحب کی طرف [illegible] کہا۔

[illegible] کے ساتھ [illegible] چاہتے ہو [illegible]

[illegible]

[illegible] سوچنے لگے۔

[illegible] — خان صاحب نے کہا — [illegible]

[illegible] — وہ کہتے ہوئے خان صاحب [illegible]

خان صاحب [illegible]

نموٹا دے گا"

اس نے کہا" دیکھ بیٹا! تم کو یاد ہو گا کہ کونسا اچھا کام کیا اور کونسا برا، تو تمہارے ساتھ حساب کتاب ہو گا۔ آرام اور تکلیف کا تمہارے ساتھ احساس ہو گا، جیسے خواب میں تمہاری حالت ہوتی ہے، اس طرح تمہیں سزا ملے گی اور انعام ملے گا۔ ان دونوں کے لئے انسانی وجود کی ضرورت نہیں، دونوں غیر مادی باتیں ہوں گی، میں نے پوچھا تو پھر یہ ہونٹ مونٹ، ہاتھ پاؤں، کیا یہ سب کچھ نہیں ہو گا، نہیں، بالکل نہیں، ملا نے کہا، تو تمہاری حوری کو کیا کرے گا؟ شراب کیسے پیئے گا، پلاؤ کدھر جائے گا، وہ

بڑا پارسی مارسی بولا مگر ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا جیسا ہم اب ہے اگر ویسا جنت میں نہیں ہو گا تو پھر ہم جنت میں نہیں جائے گا تو پھر ٹھیک ہے مگر وہ بولا کہ عورت اور مرد سب جنت میں جائے گا ہم نے کہا ہم ایسے جنت میں نہیں جائے گا۔"

خان صاحب کا فیصلہ اٹل تھا، ان کی آنکھیں چمک اٹھیں

میں نے کہا! "کیوں نذیر بھائی، خان کی بات تو معقول ہے"

نذیر نے کہا۔ "اتنا برا گدھا نہیں جتنا دکھائی دیتا ہے"

"مگر ام، تمہارا دادا، کوئی نہ کوئی خراب بات کر دیتی ہے"

یہ کہہ کر خان صاحب نے چائے منگوائی۔

خان صاحب بولتے تو کوئی نایاب قسم کی اردو تھے، مگر اپنے مخصوص پٹھانی لہجہ میں، اکھڑی، اکھڑی جو دور سے سننے میں بالکل پشتو سنائی دیتی تھی، ساری زبانوں کے متعلق ان کا نظریہ سیدھا سادا تھا، اٹک کے اس پار کی سب زبانیں چین سے لے کر ملایا تک، سب "ان کو منکو" اور درہ خیبر کے اس پار سے افریقہ کے اس پار تک سب زبانیں "پارسی مارسی" تھیں۔

"انکو منکو" بولنے میں خان کو چند خاص روحانی تکلیفیں محسوس ہوتی تھیں مگر وہ جواں مردی سے اس کے صرف و نحو کا مقابلہ کرتے اور اکثر فتح خان کی ہی ہوتی۔ اردو بولنے سے تو خان صاحب صاف انکاری ہو گئے۔

"امارا دم گھوٹتا ہے یار"

انہوں نے فیصلہ سنا دیا۔ وہ اس بے تکلفی سے اردو کے ساتھ مار کٹائی کرتے کہ ہمارا دوست شاکر بے ساختہ او، اوہ، کرتا، جیسے کوئی انہیں بید مار رہا ہو۔ آخر انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ خان کی زبان کی تھوڑی بہت اصلاح کی جانی چاہیے۔

بات شروع چائے سے ہوئی، خان صاحب، چائے بہت پیتے ہیں جب دیکھو، ان کے سامنے دو ٹی پاٹ پڑے ہیں

"ایک ام تھکاوٹ کے واسطے پیتا ہے اور دوسرا مزے کے واسطے" وہ سمجھا دیتا ہے اور آپ کے لئے بھی پیالہ بھرتا ہے

"لو، یار! یہ مزے والا چانک ہے"

آج شاکر صاحب نے کہا!

"ارے بھائی خان! تم چائے بہت پیتے ہو"

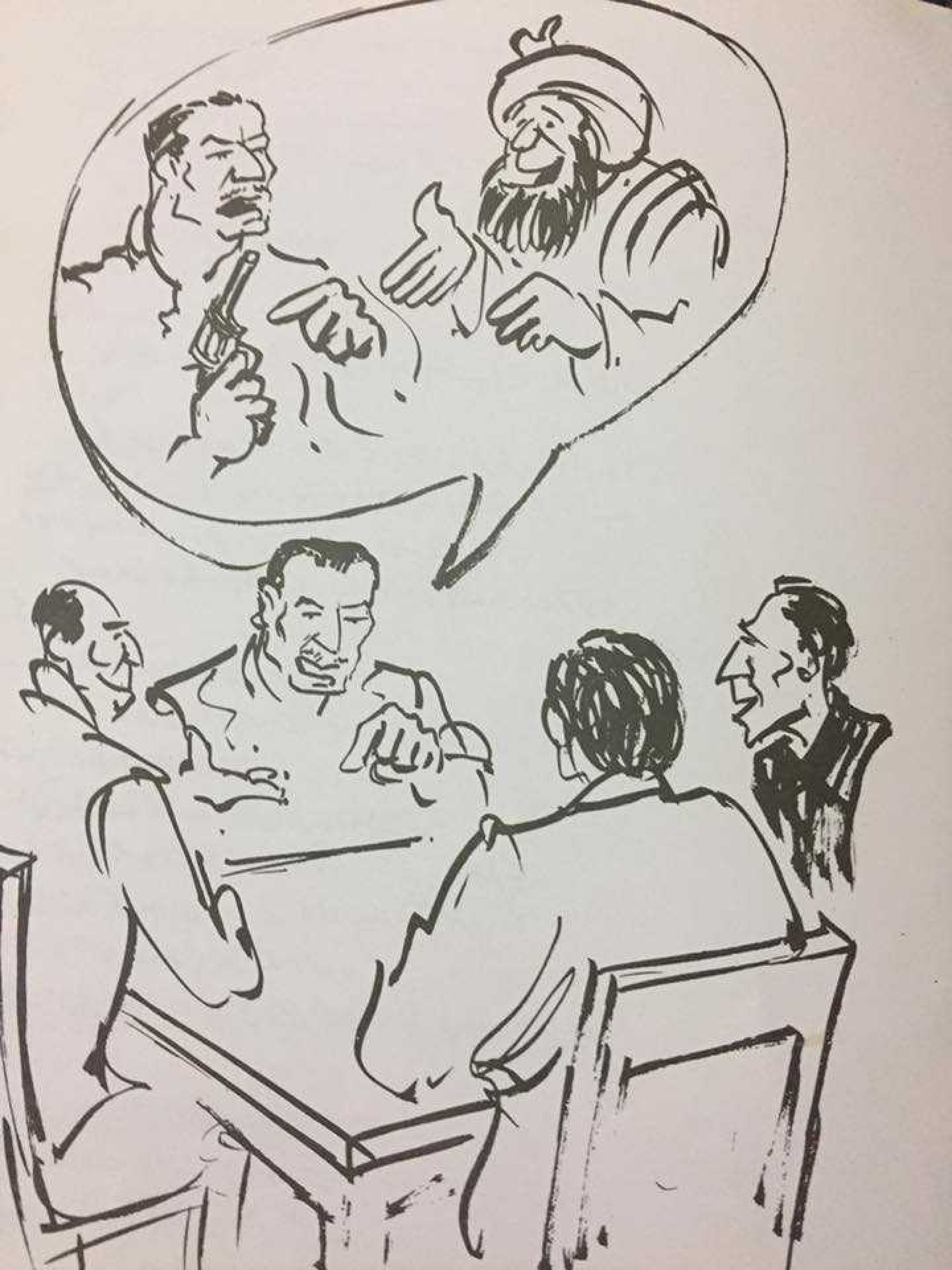

خان نے جواب دیا "دیکھو' ہمارا ملا بولتا ہے کہ ہمارے ملا کا اتنا بڑا پگڑی ہے کہ تمہاری پنجاب کے ایک ملا کا بھی نہیں وہ بولتا ہے کہ خدا کے کتاب میں لکھا ہے کہ جتنا دفعہ تمہارا دل چاہے اس سے دو چند دفعہ چائے پیو۔"

"ارے بھائی خان صاحب!" شاکر صاحب نے تامل کیا

"یہ قرآن میں نہیں لکھا۔"

"تم نے دیکھا ہے؟" خان نے پوچھا

"خود پڑھا ہے' خان صاحب! سارا قرآن پڑھ لیتے ہیں اور کچھ کچھ سمجھ بھی لیتے ہیں۔"

"اچھا!" خان نے حیرت سے کہا۔ "قرآن کو تم خود پڑھتا ہے تو تمہارا گاؤں میں ملا کیا کرتا ہے؟"

پھر کچھ سوچ کر خان نے کہا۔ "ملا قرآن نہیں پڑھتا تو پھر اس کا اور کیا کام ہے؟ اچھا' ام سمجھ گیا' وہ گیت بولتا ہے نور جہاں کی طرح' اس میں چک چک بھی کرتا ہے۔ تم بڑا ہوشیار لوگ ہے' قرآن خود پڑھتا ہے اور ملا کو چک چک سکھاتا ہے

"ارے بھائی! جو کچھ واہیات دل میں آئے' کہو' مگر یہ چائے والی بات قرآن میں نہیں"

اب خان صاحب ہٹ دھرمی پر اتر آئے'

"اچھا! قرآن میں چائے کا بات نہیں' تمہارے قرآن میں نہیں ہو گا مگر ادھر ہمارے قرآن میں تو ہے۔"

اس پر شاکر نے کہا ------ "خان! کچھ خدا کا خوف کرو"

"کیا ہمارا ملا جھوٹ بولتا ہے؟ اور اس کا پگڑی؟" خان نے استفسار کیا

شاکر: پگڑی کا کیا تعلق ہے اس سے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ تم مسلمان ہو؟

"الحمد للہ!" خان نے جوش ایمانی سے جواب دیا

شاکر: "تو پھر ہم دونوں کا ایک ہی قرآن ہے اور وہ ایک ہی زبان' حق کی زبان بولتا ہے۔"

خان نے حیرت سے اسے دیکھا اور کہا

"تم کاپر (کافر) ہے' خدا کے کلام کا زور نہیں مانتا' کیا خدا جس زبان میں چاہے' اس زبان میں بات نہیں کر سکتا؟"

خان نے پھر کچھ سوچ کر کہا: ”اگر خدا پشتو میں بات نہیں کرتا تو ام پٹھان مسلمان کیسے ہو گئے؟“

یہاں شاکر صاحب نے پھر سبق شروع کر دیا، خان نے کہا۔

”یار، اگر ام نے تم سے کوئی غلط بات کیا ہے تو تم سے معافی مانگتا ہے“

شاکر: اف، اف ارے نہیں،

خان ----- ”کیا پیٹ میں درد ہے، ہمارے پاس ہماری نانی کا جلاب ہے ایک خوراک کھلائے گا، آنکھوں میں روشنی آ جائے گا۔“

”نہیں، بھائی خان، آپ کو کہنا چاہئے تھا ----- ”میں نے غلط بات کی“ اور ”میں آپ سے معافی مانگتا ہوں“ شاکر نے کہا ”----- آپ ٹھیک سے اردو بولنے کی کوشش کریں“

خان نے شکایت کی ----- کل تم نے کہا تھا ”معافی عورت ہے جب ہم نے بولا تھا ہم نے معافی مانگا، اب تم کہتا ہے معافی مرد ہے، معافی مانگتا ہوں بولو، اور یہ بھی کہ بات عورت کا ہے“

شاکر صاحب نے تھکے تھکے لہجے میں کہا

”بھائی! ہاتھ مونث ہے اور بات مذکر ہے“

مونث! خان یہ لفظ سن کر خوش ہوئے ----- شاکر صاحب نے کہا -----

”مونث عورت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔“

”اچھا! مونث عورت اور معافی نر ہے -----“ خان نے حیران ہو کر پوچھا مگر جب ہم کہتا ہے کہ معافی مانگا تو تم کہتا ہے معافی مانگی کہو، یہ تمہارا کیسا زبان ہے؟

”نہیں خان -----“ شاکر نے کہا ----- یہ کہنے سے بدلتا ہے۔ جس لفظ کا زور زیادہ ہوتا ہے اس کا صیغہ بدل جاتا ہے۔ جیسے آپ نے معافی مانگی ہے اور میں معافی مانگتا ہوں۔

خان کی آنکھیں غصے سے پھیل گئیں۔ ”تم ہم کو گالی دیتا ہے ہمارے لئے مانگتی اور اپنے لئے مانگتا، کیا ہم نر نہیں ہیں؟“ اب شاکر صاحب سوچ میں ڈوب گئے۔

خان صاحب نے بڑے رنج کے ساتھ معاملہ پر غور کیا اور پھر اپیل میں آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا دیئے

”یا خدایا! یہ کیسا لوگ ہے، اپنے درمیان نر کو نہیں پہچانتا“

اب وہ مرحلہ آگیا تھا جب سب نے متفقہ طور پر یہ تجویز منظور کی کہ خان کو اردو گرامر کے سارے قاعدوں اور اصولوں سے پوری طرح روشناس کرایا جائے۔ شاکر نے کہا

“خان! خدا نے آپ سب پٹھانوں کو مذکر مونث کی تمیز نہیں دی تو ہم بے چارے کیا سکھائیں۔”

“یار تم کبھی کبھی بڑی خراب بات کرتی ہے ------” خان نے شکایت کی

“خراب بات کرتا ہے ------ ......” شاکر نے اصلاح کی

“ارے بھائی یہ کیا بات ہے” خان صاحب چڑ گئے۔ “کبھی مرد اور کبھی عورت‘ تم لوگ ایک جگہ ٹھہرتا کیوں نہیں‘ کبھی آگے کبھی پیچھے‘ یہ کیسا زبان ہے”

شاکر صاحب نے جیسے ہتھیار ڈال دیئے اور اس معرکہ زبان و پٹھان میں اردو بیچاری بری طرح ہار گئی اور خان صاحب کی صوبائی خود مختاری کا اعلان کر دیا گیا۔

غنی خان —— چھپا ہوا خزانہ

غنی خان بلاشبہ ہمارے عظیم شاعروں میں سے ایک ہیں۔ بنیادی طور پر ان کی وجہ شہرت شاعری ہی ہے، مگر ان کی ادبی زندگی کا ایک دوسرا پہلو ان کا نثر نگار ہونا بھی ہے۔ غنی خان کی ذات ایک ایسا چھپا ہوا خزانہ ہے جسے کسی نے کبھی ڈھونڈنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ہم مستقبل میں، اس خزانے کا بہت بڑا حصہ، انشاء اللہ اپنے پڑھنے والوں تک پہنچائیں گے۔

غنی خان کا صحافت سے بھی تعلق رہا ہے۔ ہفت روزہ 'پختون' میں 'گڈے وڈے' کے عنوان سے شائع ہونے والا ان کا کالم، بہت سے لوگوں کو اب بھی یاد ہے۔ یہ کالم بہت عرصہ تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔

زیر نظر کتاب غنی خان کی مزاح نگاری کا ایک شاہکار ہے۔ ان کی حس مزاح کا رنگ، ان کی شاعری میں بھی نمایاں ہے۔ 'پٹھان' میں غنی خان نے مزاح کے نئے پہلو آشکار کئے تھے لیکن 'خان صاحب' مزاح نگاری کا ایک ایسا نمونہ ہے جسے قاری برسوں فراموش نہیں کر سکے گا اور جسے صرف غنی خان ہی لکھ سکتے تھے۔

مظفر شاہ آفریدی